Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ؕ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

جلسہ سالانہ امریکہ شمارہ

امیر صاحب امریکہ، ڈاکٹر احسان اللہ ظفر، جلسہ سالانہ امریکہ ۲۰۱۳ء کی افتتاحی دعا کے موقع پر

You are cordially invited
to attend
24th Jalsa Salana
Guatemala
To be held at
Baitul Awal Mosque
Guatemala City, Guatemala
(Dates to be announced)
BIENVENIDOS
JALSA SALANA
Convencion Anual
Comunidad Musulmana Ahmadía de Guatemala
Amor Para Todos Odio Hacia Nadie
La Comunidad Musulmana Ahmadía Guatemala

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

النـــــور ؕ

(2:258)

اگست۔ستمبر 2013

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

وَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِیۡنَ ۝

(الاعراف: 206)

اور کبھی (ذکر میں) غفلت کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔

فَانۡظُرۡ اِلٰۤی اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللّٰہِ کَیۡفَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ

(الروم: 51)

پس تو اللہ کی رحمت کے آثار پر نظر ڈال۔ کیسے وہ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 71}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر

امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com

OR

Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

قرآن کریم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَO فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْO اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَالْاَبْتَرُO

(سورۃالکوثر)

یقیناً ہم نے تجھے کوثر عطا کی ہے۔ پس اپنے ربّ کیلئے نماز پڑھ اور قربانی دے۔ یقیناً تیرا دشمن ہی ہے جو ابتر رہے گا۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ :

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو معراج ہوا تو آپؐ نے سنایا کہ شبِ معراج میں مَیں نے ایک نہر دیکھی جس کے اردگرد موتیوں کے خیمے لگے ہوئے تھے مگر خالی تھے۔ پس میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو اس نے کہا کہ یہ کوثر ہے۔ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے۔ اور کوثر خیر کثیر کو کہتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ نہر بھی خیرِ کثیر سے ہے اور خیرِ کثیر میں وہ بہت سی باتیں شامل ہیں جو ہمارے نبی کریم خاتم النبیین ربّ العلمین کے رسول اور گنہ گاروں کے شفیع کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔

[1] اس خیرِ کثیر میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کے اسمائے حسنیٰ جس قدر قرآن شریف میں ہیں اور آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی بتلائے گئے ہیں ان کی مثال کسی آسمانی کتاب میں نہیں پائی جاتی اور اسی خیرِ کثیر میں سے وہ محامدِ الٰہی[2] ہیں جو دینِ اسلام کے ذریعہ سے دنیا پر پھیلائے جا رہے ہیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ کس طرح سے مسلمان آواز بلند کے ساتھ بلند میناروں اور اونچی جگہوں پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کرتے ہیں اور اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہیں۔ اور یہ بھی کوثر[3] کا نتیجہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ جو ربّ العلمین ہے اور یہ خیرِ کثیر میں[4] سے ہے کہ اسلام میں اس کثرت سے توحید کا وعظ کیا جاتا ہے اور شرک کی نفی پر تقریریں کی جاتی ہیں۔ اور خیرِ کثیر[5] میں یہ بات بھی شامل ہے جو آنحضرت ﷺ کو عطا کی ہے کہ آپ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام مقربانِ الٰہی کا دامن ان تہمتوں اور افتراؤں سے پاک کیا جو کہ ان پر ان کے مخالف یا موافق لگاتے تھے۔ اور خیرِ کثیر[6] میں سے وہ وعدہ ہے جو اللہ جلّشانہٗ نے آنحضرت ﷺ کو اپنی نصرت کا وعدہ عطا کیا تھا جیسا کہ خدا تعالیٰ کے پاک قول میں ہے اے نبی تجھے اور تیری پیروی کرنے والے مومنوں کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس رسول کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ اور خیرِ کثیر[7] میں وہ عزت کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ اور اس کی امت کے مومنوں کو عطا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ عزّت اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کیلئے ہے۔ اور خیرِ کثیر[8] میں وہ عطا الٰہی ہے جو آنحضرت ﷺ پر ہوئی کہ خدا نے آنحضرتؐ کو یتیم پایا اور آپؐ کی پرورش کی اور آپؐ کو سائل پایا تو آپؐ کو ہدایت دی اور آپ کو فقیر پایا اور غنی کر دیا پھر خیرِ کثیر[9] میں وہ عطا الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ نے آنحضرت ﷺ کے قلب شریف کو اپنے ذکر کے ساتھ جاری کیا اور اپنی محبت کے ساتھ پُر کر دیا۔ پھر خیرِ کثیر[10] میں یہ بات ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی خاص نصرت اور ہدایت عطا فرمائی اور نماز میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کی۔ اور اس سے آپ کے سینے کو انشراح عطا فرمایا۔ پھر خیرِ کثیر[11] میں یہ بات ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کو وسیلہ عطا فرمایا اور مقام محمود عطا کیا اور آپ کو پہلا آدمی بنایا جو جنت کا دروازہ کھولے گا اور حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں دیا۔ اور خیرِ کثیر[12] میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی اُمّت کے مومنوں کو آپ کی اولاد بنایا اور پھر خیرِ کثیر[13] میں آپ پر وہ عطا الٰہی ہے کہ آپ کی امت کے اعمالِ خیر پر بھی آپ کے واسطے اجر ہے اور خیرِ کثیر[14] میں سے یہ عطا الٰہی ہے جو کہ آنحضرت ﷺ کو وعدہ دیا گیا ہے کہ آپؐ کی امت کی اصلاح کے واسطے ہمیشہ آپؐ کے خلفاء اور نائب آتے رہیں گے۔۔۔

(حقائق الفرقان جلدچھارم صفحہ 484-491)

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

☆ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ! مَا النَّجَاةُ؟

قَالَ: اَمْسِکْ عَلَيْکَ لِسَانَکَ وَلْيَسَعْکَ بَيْتُکَ وَابْکِ عَلٰى خَطِيْئَتِکَ۔

(ترمذی ابواب الزھد۔ باب ما جاء فی حفظ اللسان)

حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا نجات اور بچاؤ کی بہترین راہ کیا ہے۔آپؐ نے فرمایا۔ اپنی زبان کو روک کر رکھو، اپنا گھر مہمانوں کے لئے کھلا رکھو اور اپنی غلطیوں پر نادم ہو کر خدا کے حضور رویا کرو۔

☆ عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

طُوْبٰى لِمَنْ مَلَکَ لِسَانَهٗ وَوَسِعَهٗ بَيْتُهٗ وَبَکٰى عَلٰى خَطِيْئَتِهٖ۔

(الترغیب و الترھیب الترغیب فی العزلۃ صفحہ 220بحوالہ طبرانی فی الاوسط)

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خوش نصیب ہے وہ شخص جس کی زبان اس کے قابو میں ہو اس کا مکان (مہمانوں کے لئے) کشادہ ہو اور وہ خدا کے حضور نادم ہو کر اپنی غلطیوں پر روتا ہو۔

☆ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سَلِيْمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا اُخْبِرُ کُمْ بِاَيْسَرِ الْعِبَادَةِ وَاَهْوَنِهَا عَلَى الْبَدَنِ، اَلصَّمْتُ وَحُسْنُ الْخُلُقِ۔

(الترغیب و الترھیب، الترغیب فی الخلق الحسن وفضلہ صفحہ183/2بحوالہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الصمت)

حضرت صفوان بن سلیمؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسی آسان عبادت نہ بتاؤں جو بجالانے کے لحاظ سے بڑی ہلکی ہے۔خاموشی اختیار کرو بے ضرورت بات نہ کرو اور اچھے اخلاق اپناؤ۔

☆ عَنْ صَخْرِبْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا وَّ اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا وَ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکَمًا وَ اِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عَيَالًا۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب ما جاء فی الشعر)

حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بعض باتیں جادو کی طرح اثر انگیز ہوتی ہیں اور بعض علم مراحل جہالت کا مظہر ہوتے ہیں اور بعض شعر حکمت اور دانائی کے مضامین سے پُر ہوتے ہیں اور بعض باتیں کہنے والے کیلئے مصیبت اور وبال کا باعث بن جاتی ہیں۔

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(خُدا تعالیٰ کا شُکر اور دُعا بزبانِ حضرت امّاں جانؓ)

آسماں پر سے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں ۔۔۔ کوئی ہوجائے اگر بندۂ فرماں تیرا

جس نے دل تجھ کو دیا ہوگیا سب کچھ اُس کا ۔۔۔ سب ثنا کرتے ہیں جب ہووے ثناخواں تیرا

اس جہاں میں ہے وہ جنّت میں ہی بے رَیب وگماں ۔۔۔ وہ جو اِک پختہ توکّل سے ہے مہماں تیرا

میری اولاد کو تُو ایسی ہی کردے پیارے ۔۔۔ دیکھ لیں آنکھ سے وُہ چہرۂ تاباں تیرا

عمر دے، رزق دے اور عافیت وصحّت بھی ۔۔۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفاں تیرا

اب مجھے زندگی میں ان کی مصیبت نہ دِکھا ۔۔۔ بخش دے میرے گُنہ اور جو عِصیاں تیرا

اس جہاں کے نہ بنیں کیڑے، یہ کرفضل ان پر ۔۔۔ ہر کوئی ان میں سے کہلائے مُسلماں تیرا

غیر ممکن ہے کہ تدبیر سے پاؤں یہ مُراد ۔۔۔ بات جب بنتی ہے جب سارا ہو ساماں تیرا

بادشاہی ہے تری ارض و سما دونوں میں ۔۔۔ حکم چلتا ہے ہر اِک ذرّہ پہ ہر آں تیرا

میرے پیارے مجھے ہر درد و مصیبت سے بچا ۔۔۔ تُو ہے غفّار یہی کہتا ہے قُرآں تیرا

صبر جو پہلے تھا اب مُجھ میں نہیں ہے پیارے ۔۔۔ دُکھ سے اب مُجھ کو بچا نام ہے رحماں تیرا

ہر مصیبت سے بچا اے میرے آقا ہر دم ۔۔۔ حُکم تیرا ہے زمیں تیری ہے دَوراں تیرا

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''مَیں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو نیچر اور صحیفۂ قدرت کے پیرو بننا چاہتے ہوں اُن کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ نہایت عمدہ موقع دیا ہے کہ وہ میرے دعوے کو قبول کریں۔ کیونکہ وہ لوگ ان مشکلات میں گرفتار نہیں ہیں جن میں ہمارے دوسرے مخالف گرفتار ہیں۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے اور پھر ساتھ اس کے انہیں یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ مسیح موعود کی نسبت جو پیشگوئی احادیث میں موجود ہے وہ ان متواترات میں سے ہے جن سے انکار کرنا کسی عقلمند کا کام نہیں۔ پس اس صورت میں یہ بات ضروری طور پر انہیں قبول کرنی پڑتی ہے کہ آنے والا مسیح اِسی اُمّت میں سے ہوگا۔ البتہ یہ سوال کرنا اُن کا حق ہے کہ ہم کیونکر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا قبول کریں؟ اور اس پر دلیل کیا ہے کہ وہ مسیح موعود تم ہی ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس زمانہ اور جس ملک اور جس قصبہ میں مسیح موعود کا ظاہر ہونا قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے اور جن افعالِ خاصّہ کو مسیح کے وجود کی علّت غائی ٹھہرایا گیا ہے اور جن حوادث ارضی اور سماوی کو مسیح موعود کے ظاہر ہونے کی علامات بیان فرمایا گیا ہے اور جن علوم اور معارف کو مسیح موعود کا خاصّہ ٹھہرایا گیا ہے، وہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے مجھ میں اور میرے زمانہ میں اور میرے ملک میں جمع کر دی ہیں اور پھر زیادہ تر اطمینان کے لئے آسمانی تائیدات میرے شامل حال کی ہیں ؎

چوں مرا حکم ازپئے قوم مسیحی دادہ اند	مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند
آسماں بارد نشان الوقت می گوید زمیں	ایں دو شاہد ازپئے تصدیق من استادہ اند

اب تفصیل اس کی یہ ہے کہ اشارات نصّ قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مثیلِ موسیٰ ہیں اور آپ کا سلسلۂ خلافت حضرت موسیٰ کے سلسلۂ خلافت سے بالکل مشابہ ہے۔ اور جس طرح حضرت موسیٰ کو وعدہ دیا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں یعنی جبکہ سلسلہ اسرائیلی نبوت کا انتہا تک پہنچ جائے گا اور بنی اسرائیل کئی فرقے ہو جائیں گے اور ایک، دوسرے کی تکذیب کرے گا یہاں تک کہ بعض بعض کو کافر کہیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ ایک خلیفہ حامی دینِ موسیٰ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرے گا۔ اور وہ بنی اسرائیل کی مختلف بھیڑوں کو اپنے پاس اکٹھی کرے گا۔ اور بھیڑیئے اور بکری کو ایک جگہ جمع کردے گا۔ اور سب قوموں کے لئے ایک حَکَم بن کر اندرونی اختلاف کو درمیان سے اٹھادے گا اور بغض اور کینوں کو دور کردے گا۔ یہی وعدہ قرآن میں بھی دیا گیا تھا جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ آخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِم۔ (الجمعة:4) اور حدیثوں میں اس کی بہت تفصیل ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ یہ اُمّت بھی اسی قدر فرقے ہو جائیں گے جس قدر کہ یہود کے فرقے ہوئے تھے۔ اور ایک دوسرے کی تکذیب اور تکفیر کرے گا اور یہ سب لوگ عناد اور بغض باہمی میں ترقی کریں گے اُس وقت تک کہ مسیح موعود حَکَم ہو کر دنیا میں آوے۔ اور جب وہ حَکَم ہو کر آئے گا تو بغض اور شحناء کو دور کردے گا۔ اور اس کے زمانہ میں بھیڑیا اور بکری ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔ چنانچہ یہ بات تمام تاریخ جاننے والوں کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہی وقت میں آئے تھے کہ جب اسرائیلی قوموں میں بڑا تفرقہ پیدا ہو گیا تھا۔ اور ایک دوسرے کے مکفّر اور مکذّب ہو گئے تھے۔ اسی طرح یہ عاجز بھی ایسے وقت میں آیا ہے کہ جب اندرونی اختلافات انتہا تک پہنچ گئے اور ایک فرقہ دوسرے کو کافر بنانے لگا۔ اس تفرقہ کے وقت میں اُمّت محمدیہ کو ایک حَکَم کی ضرورت تھی۔ سو خدا نے مجھے حَکَم کر کے بھیجا ہے''۔

(کتاب البریّہ۔ روحانی خزائن جلد13 صفحہ 254-258 حاشیہ)

خطبہ جمعہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے حوالہ سے جلسہ سالانہ کے مقاصد عالیہ کا تذکرہ اور احباب جماعت کو اہم نصائح

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت جرمنی ہر سال چارپانچ مساجد بنا رہی ہے اور مجھے ان کے افتتاح کا موقع بھی ملتا ہے اور تقریباً ہر جگہ میں یہی کہتا ہوں کہ اس مسجد کے بننے کے بعد اس مسجد کے علاقے میں رہنے والے احمدیوں کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔ صرف مسجد بنا کر اُس میں نمازیں پڑھنے کے لئے آ جانا کوئی کمال نہیں ہے، چاہے پانچ نمازوں پر ہی آپ مسجد میں آ رہے ہوں۔ اصل چیز یہ ہے کہ اس مسجد سے آپس کے تعلقات میں بھی مضبوطی پیدا ہو اور ان علاقوں کے لوگوں میں بھی اسلام کی خوبصورت تصویر ہر احمدی کے عمل سے ظاہر ہو رہی ہو۔

خطبہ جمعہ سے جماعت احمدیہ جرمنی کے جلسہ سالانہ کا افتتاح
جماعت احمدیہ امریکہ اور کبابیر کے جلسوں کا آغاز بھی آج سے ہی ہو رہا ہے

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 28 جون 2013ء بمقام جلسہ گاہ۔ کالسروئے، جرمنی

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جرمنی کو آج سے اپنے جلسہ سالانہ کے انعقاد کی توفیق مل رہی ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ تین دن تک جاری رہے گا۔ دنیا کے بعض اور ممالک خاص طور پر امریکہ اور کبابیر وغیرہ کے بھی جلسے ان دنوں میں ہو رہے ہیں۔ کیونکہ ان کے امراء نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ انہی دنوں میں ہمارا بھی جلسہ ہو رہا ہے، اس لئے ہمارا بھی ذکر کر دیا جائے۔ اس وقت امریکہ میں تو بہت صبح ہوگی۔ کبابیر میں بھی جمعہ کا وقت شاید گزر چکا ہو۔ امریکہ کا جمعہ تو اس وقت شاید پانچ یا چھ گھنٹے کے بعد شروع ہوگا۔ تاہم آخری دن یعنی اتوار کو اُن کا اختتام کا وقت بھی تقریباً یہی ہے جب یہاں انشاء اللہ تعالیٰ جلسہ کا اختتام ہو رہا ہوگا۔ تو اس لحاظ سے وہ بھی جلسہ کے اختتامی خطاب اور دعا میں شامل ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایک ہی دنوں میں مختلف ممالک کے جلسوں کا انعقاد اس لحاظ سے فائدہ مند بھی ہو جاتا ہے کہ لائیو (Live) خطبات سے مختلف ممالک کے لوگ جو اپنے ملکوں کے جلسوں کے لئے جمع ہوتے ہیں، استفادہ کر لیتے ہیں، ان میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور جماعت کی ایک بڑی تعداد تک خلیفہء وقت کی بات پہنچ جاتی ہے۔ بیشک دنیا میں جماعت کا ایک خاصا حصہ جلسوں کے لائیو پروگرام کو سنتا ہے، دُنیا میں۔ لیکن پھر بھی میرے اندازے کے مطابق ایک بہت بڑی تعداد ہے جو نہیں سن رہی ہوتی۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا امریکہ والے یا بعض اور جگہوں کے احمدی جن کے ہاں ان دنوں میں جلسے ہو رہے ہیں، آخری دن کے جلسے میں شامل ہو جائیں گے، لیکن آج جمعہ پر بھی بہت سوں کی توجہ ہوگی۔ بیشک اُن ممالک کے وقت سے مطابقت نہیں رکھتا لیکن کیونکہ جلسہ کی نیت سے اکثر لوگ آئے ہوتے ہیں، بلکہ جلسہ میں شامل ہی جلسے کی نیت سے ہوتے ہیں، اس لئے اپنے اپنے وقتوں کے مطابق جہاں بھی ہوں، خطبہ یا تقریریں سن لیتے ہیں۔ یعنی

عام حالات کی نسبت زیادہ بڑی تعداد یہ سن لیتی ہے۔

آج کے خطبہ میں مَیں جلسہ سالانہ کے حوالے سے جلسہ کے مقاصد کے بارے میں یاددہانی کروانا چاہتا ہوں۔ یعنی وہ مقاصد جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسے کے بیان فرمائے ہیں۔ یاددہانی کی ضرورت رہتی ہے تاکہ جلسے کے دنوں میں خاص توجہ رہے اور بعد میں بھی ان باتوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت کے مطابق ان کا اظہار ہر احمدی کے عمل سے ہوتا رہے۔ اس بات کا انحصار بھی انسان کی اپنی توجہ پر ہے کہ کتنی دیر توجہ قائم رہتی ہے۔ آجکل کیونکہ دنیا کے دوسرے کاموں اور بکھیڑوں میں بھی انسان پڑا ہوا ہے اس لئے اکثر دنیاداری غالب آجاتی ہے جس سے فرائض اور نوافل کی ادائیگی میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ جلسوں میں شامل ہونے کے بعد بعض احمدی مجھے لکھتے ہیں کہ جلسے کے تین دنوں میں ہماری کایا پلٹ گئی ہے۔ یہ تین دن تو یوں گزرے جیسے ہم کسی اَور ہی دنیا میں تھے۔ ایک خاص روحانی ماحول تھا۔ دعا کریں کہ بعد میں بھی یہ حالت قائم رہے۔ تو بہرحال یہ حالت ہے جو جلسے کے دنوں میں غالب ہوتی ہے اور اس کا اثر ہر شامل ہونے والے پر ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کی ایمانی حالت کے مطابق یہ اثر رہتا ہے۔ بعض تو جلسہ کے فوراً بعد یہ بھول جائیں گے اور بھول جاتے ہیں کہ جلسے کی تقریریں سننے کے دوران ہم نے اپنے آپ سے کیا کیا عہد کئے تھے۔ اپنے خدا سے عہد کئے تھے کہ ان نیکیوں کو جاری رکھیں گے۔ بعض چند دن اس اثر کو قائم رکھیں گے۔ بعض چند ہفتے اور بہت سے ایسے بھی ہیں جو چند مہینے تک یہ اثر قائم رکھیں گے۔ یہ حقائق ہیں جن سے ہم آنکھیں نہیں پھیر سکتے۔ اور چند ایک ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر اس نیک ماحول کا اثر سالوں رہتا ہے۔ پس اکثریت کیونکہ تھوڑا عرصہ اثر رکھتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے بار بار نصیحت کرنے کا بھی فرمایا ہے۔ بار بار ایسے ماحول کے پیدا کرنے کا کہا ہے جو مومنوں کو نیکیوں کی طرف توجہ دلاتا رہے۔ اُن کے فرائض کی طرف توجہ دلاتا رہے۔ اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا رہے۔ اُن کو اپنے عملوں کی خود نگرانی کرنے کی طرف توجہ دلاتا رہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسوں کا اجراء فرما کر ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے کہ جس سے ہمیں اپنی اصلاح کا اور روحانی غذا کے حصول کا ایک اجتماعی موقع مل جاتا ہے۔ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کی طرف توجہ پیدا ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔

پس جیسا کہ مَیں نے کہا، اب مَیں اس وقت جلسہ کے مقاصد اور اس کی غرض و غایت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں ہی کچھ کہوں گا۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ جلسہ پر آنے والوں کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک احمدی کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے کہ مَیں شروع کروں انتظامیہ مجھے رپورٹ دے کہ آخر تک آواز صحیح جا رہی ہے؟ یا آخر میں جو بیٹھے ہوئے ہیں کوئی ہاتھ کھڑا کر کے بتا دیں کہ آواز ٹھیک ہے؟ اچھا ٹھیک ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں اور اُن کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زُہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی اُن میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔‘‘

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

ان چند فقرات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک حقیقی احمدی کے لئے زندگی کا پورا لائحہ عمل بیان فرما دیا ہے۔ فرمایا کہ جلسہ میں شامل ہونے والوں میں ایسی تبدیلی ہو کہ وہ زُہد میں ایک نمونہ ہوں۔ انسان اگر غور کرے تو اس ایک لفظ میں ہی اتنی بڑی نصیحت ہے کہ برائیوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اپنے آپ کو دنیاوی تسکین کے سامان سے روکنا، دنیاوی خواہشات سے روکنا، اپنے جذبات کو، غلط جذبات کو ابھرنے سے روکنا۔ اس طرح روکنا کہ تمام دروازے ان خواہشات کے بند ہو جائیں تاکہ خواہش پیدا ہی نہ ہو۔

اب اگر دیکھا جائے تو دنیا میں جو خدا تعالیٰ نے چیزیں پیدا کی ہیں ان سے انسان مکمل طور پر قطع تعلق تو نہیں کر سکتا۔ تو اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اس طرح روک لو کہ دنیا سے کٹ جاؤ۔ زُہد یہ ہے کہ دنیا کی ان چیزوں کی جو ناجائز خواہشات ہیں، اُن سے اپنے آپ کو روک لو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کی تحدیث کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ ان سے فائدہ نہ اُٹھانا بھی خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ بعض صحابہ نے یہ عہد کیا کہ ہم روزے ہی رکھتے رہیں گے۔ روزانہ روزے رکھیں گے۔ شادی نہیں کریں گے۔ عورت کے قریب نہیں جائیں گے۔ ساری ساری رات نمازیں ہی پڑھتے رہیں گے۔ جب آپ کے علم میں یہ بات آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں روزے بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، نمازیں بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ دوسرے دنیاوی کام اور گھر کے کام کاج بھی کر لیتا ہوں۔ عورتوں سے نکاح بھی

کیا ہے۔ پس جو شخص مجھ سے منہ موڑے گا، وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ فرمایا کہ یاد رکھو کہ میں تم لوگوں کی نسبت خدا تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اپنی خواہشات کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے تابع رکھتا ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح حدیث نمبر 5063)

پس اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی زُہد یہ ہے کہ صرف دنیاوی خواہشات اور ان کی تسکین مطمح نظر نہ ہو بلکہ جو اُن میں سے بہترین ہے وہ لو اور اعتدال کے اندر رہتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو سامنے رکھتے ہوئے ان دنیاوی چیزوں سے فائدہ اُٹھاؤ گے تو یہ زُہد ہے۔ اگر یہاں آ کر ان مغربی ممالک کی آزادی کی وجہ سے یہاں کی ہر چیز میں خواہشات کی تسکین کا لالچ تمہیں اپنی طرف کھینچ رہا ہے تو پھر تمہارا جلسوں پر آنا بے فائدہ ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنا بھی بے فائدہ ہے۔ پس فرمایا اپنے اندر زُہد پیدا کرو کیونکہ یہ پیدا کرو گے تو تقویٰ کی حقیقی روح کی بھی پہچان ہوگی۔ تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ یہی ہے کہ ہر وقت یہ خوف دل میں رکھنا کہ میرے سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جائے جس سے خدا تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا خوف سزا کے ڈر سے نہ ہو بلکہ اس طرح ہو جس طرح ایک بہت قریبی دوست کی یا قریبی عزیز کی ناراضگی کا خوف ہوتا ہے۔ اور یہ تبھی ہوسکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت سب محبتوں پر حاوی ہو جائے اور ایسی محبت کی حالت بھی اُس وقت طاری ہوسکتی ہے جب خدا تعالیٰ سے ذاتی تعلق ہو اور اس کا عرفان ہو۔ جب محور خدا تعالیٰ کی ذات ہو۔ پس یہ وہ معیار ہے جسے ہم میں سے ہر ایک کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس معیارِ تقویٰ کو ہم میں پیدا کرنے کے لئے بارہا مختلف رنگ میں ہمیں نصائح فرمائی ہیں۔ آپ اپنے ایک خطاب میں فرماتے ہیں کہ

”اپنی جماعت کی خیرخواہی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جاوے کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ (النحل:129)۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 7۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس جب جماعت کے افراد کو بار بار اس بات کی نصیحت کی جاتی ہے تو یہ اس وجہ سے ہے کہ زمانے کے مامور کی بیعت میں آ کر جب ہم یہ دعویٰ اور اعلان کرتے ہیں کہ ہم وہ لوگ ہیں جن سے اس بیعت کی وجہ سے خدا راضی ہوا ہے یا ہم نے اس لئے بیعت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کریں، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی کوشش کریں۔ اگر اس پر عمل نہیں تو یہ دعویٰ محض دعویٰ ہوگا۔ اگر ہمارے قدم تقویٰ کی طرف نہیں بڑھ رہے تو یہ صرف دعویٰ ہے۔

یہ آیت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہے یہ تقویٰ کی وضاحت بھی کرتی ہے کہ تقویٰ اُن لوگوں کا ہے جو محسنوں میں سے ہیں اور محسن کے معنی ہیں کہ جو دوسروں سے اچھائی کا سلوک کرتے ہیں۔ جو اُن کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھتے ہیں۔ جو علم رکھنے والے ہیں اور یہ علم اُنہیں تقویٰ کی راہوں پر چلانے والا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کی بھی خوبصورتی دیکھیں۔ پہلے زُہد کی طرف توجہ دلائی کہ اپنی خواہشات کو خدا تعالیٰ کی رضا کے تابع کرو۔ پھر تقویٰ اختیار کرنے کا فرماتے ہوئے اللہ کے کلام سے وہ مثال پیش فرمائی جس میں یہ تلقین ہے کہ اپنے جذبات کو دوسروں کے جذبات کے لئے قربان کر کے اُنہیں فیض پہنچاؤ۔ تو متقی بن کر خدا تعالیٰ کی رضا کے حاصل کرنے والے بن جاؤ گے۔

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ”ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اُس کے سلسلۂ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے۔ تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے، یا کیسے ہی رُوبدنیا تھے، تمام آفات سے نجات پاویں۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 7۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت کے اعلان کے متعلق فرمایا کہ بیعت کا اعلان کوئی معمولی اعلان نہیں ہے، فرمایا، تم جو اعلان کرتے ہو، تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ کیونکہ میرا دعویٰ مامور ہونے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کام کے لئے بھیجے جانے کا ہے کہ میرے ذریعہ سے دنیا کی اصلاح ہوگی۔ میرے ذریعہ سے اب بندے کو خدا تعالیٰ کی پہچان ہوگی اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوگا۔ میرے ذریعہ سے اور میرے ماننے والوں کے ذریعہ سے اُن اعلیٰ اخلاق کا اظہار اور ترویج ہوگی جن کے کرنے کی خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترنے والی آخری شرعی کتاب میں تلقین فرمائی ہے۔ قرآنِ کریم میں تلقین فرمائی ہے۔

پس حقوق العباد کے لئے ہر قسم کے بغضوں اور کینوں سے اپنے آپ کو

نکالنا ہوگا۔ یا ہر قسم کے بغض اور کینے اپنے دلوں سے نکالنے ہوں گے۔ اپنے دلوں کو آئینے کی طرح صاف کرنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے لئے ہر قسم کے شرکوں سے اپنے آپ کو پاک کرنا ہوگا۔ دنیا کا خوف یا دنیاداروں کا خوف، یا دنیاداری کی طرف رجحان، جس سے انسان خدا تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، جس سے اُس کی عبادت کے معیار میں کمی آتی ہے، ان سب سے بچو گے تو تبھی بیعت کے حقدار کہلاؤ گے۔ اور یہ بجز تقویٰ کے ممکن نہیں۔ اگر بیعت کا حق ادا کرنا ہے تو یہ پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر کے اپنی اصلاح کرو۔ یہ پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرو، اس کا نتیجہ کیا ہوگا کہ تم بہت سی آفات سے نجات پا جاؤ گے۔ اس بارے میں آپ علیہ السلام نے بڑے سخت الفاظ میں اور بڑی سختی سے تنبیہ بھی فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے۔ ویسا ہی قہّار اور منتقم بھی ہے۔ ایک جماعت کو دیکھتا ہے کہ اُن کا دعویٰ اور لاف وگزاف تو بہت کچھ ہے اور اُن کی عملی حالت ایسی نہیں تو اُس کا غیظ وغضب بڑھ جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد1 صفحہ 7۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اللہ نہ کرے کہ ہم کبھی خدا تعالیٰ کے غیظ وغضب کو دیکھنے والے ہوں بلکہ ہم ہمیشہ تقویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی استعدادوں کے مطابق کوشش کرنے والے ہوں، اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ اُس کا رحم اور فضل مانگنے والے ہوں اور اُس کے رحم اور کرم کو ہی حاصل کرنے والے ہوں۔ یہ معیار حاصل کرنے کے لئے ہماری کیا حالت ہونی چاہئے اور کیا ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''انسان جس قدر نیکیاں کرتا ہے، اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک فرائض، دوسرے نوافل۔ فرائض یعنی جو انسان پر فرض کیا گیا ہو جیسے قرضہ کا اتارنا یا نیکی کے مقابل نیکی۔'' اب یہ بعض لوگ قرضے تو لے لیتے ہیں اُن کے اتارنے میں ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔ فرمایا یہ قرضے کا اتارنا یا نیکی کوئی تمہارے سے کرے تو اُس کے مقابل پر نیکی تو تمہارے فرائض میں داخل ہے۔ ''ان فرائض کے علاوہ ہر ایک نیکی کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں۔ فرمایا ''ان فرائض کے علاوہ ہر ایک نیکی کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں۔ یعنی ایسی نیکی جو اس کے حق سے فاضل ہو۔ جیسے احسان کے مقابل احسان کے علاوہ اور احسان کرنا۔ یہ نوافل ہیں..... مثلاً زکوٰۃ کے علاوہ وہ اور صدقات دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کا وَلی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس کی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کہ میں اُس کے ہاتھ، پاؤں حتّٰی کہ اُس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔''

(ملفوظات جلد1 صفحہ 9۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس یہ ہمارا خدا ہے جو نہ صرف ہر عمل کو نوازتا ہے بلکہ ایسے بندے کا ولی ہو جاتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کی دوستی اور حفاظت کے ایسے راستے کھلتے ہیں کہ انسان کی سوچ بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔

لیکن یہ مقام کب ملتا ہے؟ فرمایا ایسی حالت میں کہ تم احسان کے بدلے احسان کرو۔ تمہارے سے کوئی نیکی کرے تو اس بات کی تلاش میں رہو کہ اب اس نیکی کا بدلہ کس طرح اُتار سکتا ہوں۔ اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ فرمایا کہ برابر کا احسان تو ایک بدلہ ہے، ایک حقیقی مومن کا کام ہے کہ احسان سے بڑھ کر احسان کر کے بدلہ اُتارے۔ اب دیکھیں جس معاشرے میں یہ صورتحال پیدا ہو جائے کہ ایک نیکی کے بدلے میں دوسرا بڑھ کر نیکی کر رہا ہو اور ہر ایک اس بات پر توجہ دینے والا ہو اور اس عمل کو بجا لا رہا ہو کہ ایک نے نیکی کی، اس کے جواب میں پہلا پھر بڑھ کر احسان اُتارنے کی فکر میں ہو تو ایسا معاشرہ جو ہے کبھی خود غرضوں کا معاشرہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ امن، پیار اور محبت کا معاشرہ بن جائے گا۔ اور جب یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کیا جا رہا ہو تو پھر خدا جو دلوں کا حال جاننے والا ہے اور سب سے بڑھ کر بدلہ دینے والا ہے، اُس کی عنایتوں اور نوازشوں کا تو کوئی حساب وشمار نہیں ہے۔ پس وہ پھر اس طرح نوازتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

پس یہ وہ روح ہے جو ہم میں پیدا ہونے کی ضرورت ہے کہ نیکیاں کرنی ہیں، بے غرض ہو کر کرنی ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کرنی ہیں۔ ہماری عبادتوں میں بھی فرائض کے ساتھ نوافل ہوں، اس لئے کہ ہم خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے بن سکیں اور ہمارے دوسرے اعمال کے ساتھ بھی نوافل ہوں اور کسی دنیاوی مقصد کے لئے نہ ہوں۔ احسان کا بدلہ احسان کسی بندے سے مفاد حاصل کرنے کیلئے نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہو تو یہ حقیقی تقویٰ ہے۔ پھر یہ وہ مغز ہے جس کی قدر خدا تعالیٰ فرماتا ہے، ورنہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری ظاہری عبادتوں اور ظاہری قربانیوں سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔ اگر ہم نماز پڑھتے ہیں جس کے پڑھنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے بلکہ فرائض میں داخل ہے اور عبادت کی معراج بھی نماز ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ (الذاریات:57) کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور پھر نماز کے قائم

کرنے کا، مردوں کے لئے باجماعت پڑھنے کا، باقاعدہ پڑھنے کا، وقت پر پڑھنے کا قرآنِ کریم میں کئی جگہ پر حکم آتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی نمازیں ہیں، بعض لوگوں کے لئے ہلاکت بن جاتی ہیں۔ (الماعون:5)

پس یہ یقیناً ہمارے لئے سوچنے کا مقام ہے کہ کیوں ایک نیکی انسان کے لئے ہلاکت کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ اس کا سادہ جواب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نیکی کے کرنے کا حکم تقویٰ کی بنیاد پر رکھا ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ اُس مغز کو چاہتا ہے جو چھلکے اور شیل (Shell) کے اندر ہے نہ کہ ظاہری خول کو۔ اگر ہماری نمازوں سے ہمارے اندر دوسروں کے لئے ہمدری کے جذبات پیدا نہیں ہوتے تو ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ ہم نے ایک ظاہری عمل تو کرلیا لیکن اس کی جو روح ہونی چاہئے وہ ہماری نماز میں نہیں تھی۔ بعض دفعہ ہم خول والے پھلوں میں بھی دیکھتے ہیں کہ اوپر سے وہ بڑا اچھا نظر آ رہا ہوتا ہے لیکن کھولو تو اندر سے جو اس کا مغز ہوتا ہے، وہ یا پوری طرح بنا ہی نہیں ہوتا یا کیڑوں نے اُسے کھالیا ہوتا ہے، یا مثلاً بادام ہے، ایسے بادام بھی ہوتے ہیں جن کو بڑے شوق سے آدمی کھولتا ہے اور اندر سے کڑوے نکلتے ہیں۔

پس ہم نے اپنے اعمال سے خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اس مغز یا پھل کو بچانا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول بھی ہو اور یہ اُس وقت ہوسکتا ہے جب ہماری نمازیں، ہماری عبادتیں ہمارے اندر خدا تعالیٰ سے تعلق کے علاوہ بنی نوع سے ہمدردی کے جذبات بھی پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت جرمنی ہر سال چار پانچ مساجد بنارہی ہے اور مجھے ان کے افتتاح کا موقع بھی ملتا ہے اور تقریباً ہر جگہ میں یہی کہتا ہوں کہ اس مسجد کے بننے کے بعد اس مسجد کے علاقے میں رہنے والے احمدیوں کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔ صرف مسجد بنا کر اُس میں نمازیں پڑھنے کے لئے آجانا کوئی کمال نہیں ہے، چاہے پانچ نمازوں پر ہی آپ مسجد میں آ رہے ہوں۔ اصل چیز یہ ہے کہ اس مسجد سے آپس کے تعلقات میں بھی مضبوطی پیدا ہو اور ان علاقوں کے لوگوں میں بھی اسلام کی خوبصورت تصویر ہر احمدی کے عمل سے ظاہر ہو رہی ہو۔ اپنوں غیروں، ہر ایک پر اُس روح کا اثر ہو جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اپنے ماحول میں پیدا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تعلیم اور خواہش کا اظہار ہر احمدی سے ہو جس میں آپ نے فرمایا کہ: ''نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں۔''

(شہادۃ القرآن روحانی خزائن جلد6صفحہ394)

پس یہ محبت، پیار اور بھائی چارے کا نمونہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے بھی ہے اور غیروں کے لئے بھی ہے۔ آپس کے نمونے جہاں اللہ تعالیٰ کے پیار کو جذب کرتے ہوئے، تقویٰ کے معیار کو اونچا کرنے والے ہوں گے، وہاں غیروں کے لئے بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم کی طرف توجہ دلانے والے ہوں گے۔ اور یوں تبلیغ کے مزید میدان کھلیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت کے لئے ایک دعا میں فرماتے ہیں کہ: ''خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے اُن کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے اُن کے دلوں سے اُٹھاوے اور باہمی سچی محبت عطا کرے۔''

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6صفحہ 398)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دعا کا وارث بنائے۔

پھر آپ نے اپنی اُس تحریر میں جو میں نے شروع میں پڑھی ہے، انکسار اور عاجزی کی طرف بھی خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔ یہ بھی وہ عمل ہے جو آپس کی محبت بڑھاتا ہے۔ جو ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتا ہے اور غیروں کی توجہ بھی کھینچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کی یہ نشانی بتائی ہے کہ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ (الفرقان:64) کہ وہ زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔ پس یہ عاجزی انسان میں وہ روح پیدا کرتی ہے جو بندے کو خدا تعالیٰ کے قریب کرتی ہے اور معاشرے کی خوبصورتی میں بھی اضافہ کرتی ہے۔ آپس کے تعلقات کی خوبصورتی میں بھی اضافہ کرتی ہے۔ آپس کی رنجشوں کو بھی دور کرتی ہے۔ اور محبت بھی بڑھاتی ہے۔

پھر آپ نے راستبازی اور سچائی کی طرف خاص توجہ دلائی ہے۔ کہ تقویٰ پر چلنے والا تمام نیکیاں بجالانے والا ہی ہوتا ہے، تقویٰ کی تعریف ہی یہی ہے اور جو تقویٰ کی حقیقت جان لے گویا کہ اُس نے ہر چیز کو پالیا۔ لیکن بعض جزئیات پر زور دینا بھی ضروری ہوتا ہے اور بعض عمل تقویٰ کے معیار کو بڑھاتے ہیں۔ اس لئے راستبازی اور قولِ سدید پر اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر زور دیا ہے۔ فرمایا کہ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا

سَدِیْداً۔(الاحزاب: 71) اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ایسی بات کرو جو صاف اور سیدھی ہو۔

اس آیت کی وضاحت میں دو تین ہفتے قبل مَیں نے خطبہ میں تفصیل سے بیان کیا تھا۔ بہر حال یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کا خاص طور پر اُن لوگوں کے لئے ذکر فرمایا ہے کہ جو لوگ اپنی روحانی ترقی کے لئے جلسہ پر آتے ہیں کہ اپنے تقویٰ کے معیار بلند کریں، اپنی اصلاح کریں۔ اگر یہ ہوگا تو تبھی آپ جلسے پر آنے کا حق ادا کرنے والے ہوں گے اور اس کے لئے راستبازی، سچائی اور صاف گوئی کے وصف کو اپنائیں۔ یہ بہت ضروری ہے۔ یہ ایک بنیادی عنصر ہے۔ پس اپنی سچائیوں کے معیاروں کو بلند کرو تا کہ جس مقصد کے لئے تم جمع ہوئے ہو اُس کو حاصل کر سکو۔ اور جب ہر احمدی کے راستبازی کے معیار بلند ہوں گے تو بات میں بھی اثر ہوگا اور جب باتوں میں اثر ہوگا تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقصد اور مشن کو آگے بڑھانے والوں میں شامل ہو سکیں گے۔

اور جو مشن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر آئے۔ وہ دو اہم کام ہیں۔ ایک تو بندے کو خدا کی پہچان کروا کر خدا تعالیٰ سے ملانا، اور دوسرے بنی نوع انسان کے حقوق کی ادائیگی کرنا۔ اور یہ دونوں کام ایسے ہیں جو ہمارے سے تقویٰ اور قربانی کا مطالبہ کرتے ہیں، جو ہماری عملی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ دنیا کو ہم خدا تعالیٰ سے اُس وقت تک نہیں ملا سکتے جب تک ہمارا اپنا خدا تعالیٰ سے پختہ تعلق قائم نہ ہو۔ دوسرے بنی نوع انسان کے حقوق کی ادائیگی ہے، تو یہ ہم اُس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک ہم عاجزی، انکساری، سچائی، محبت، اخوت اور قربانی کا جذبہ اپنے اندر نہ رکھتے ہوں۔

پس ان تین دنوں میں ہم نے اپنے اس تعلق اور جذبے کا جائزہ لینا ہے اور بڑھانا ہے انشاء اللہ تعالیٰ، تا کہ جلسہ پر آنے کے مقصد کو بھی حاصل کرنے والے ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کو پورا کرنے والے بھی ہوں۔ پس ان تین دنوں میں اپنے تقویٰ کے معیار کو بڑھانے اور عملی حالتوں کو درست کرنے کی ہر احمدی کو، ہر شامل ہونے والے کو کوشش کرنی چاہئے۔ اور دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کرے کہ ہم حقیقت میں اس جلسے کے مقصد کو پانے والے ہوں۔

منظوم کلام

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

عاشق تو وہ ہے جو کہ کہے اور سُنے تری
دُنیا سے آنکھ پھیر کے مرضی کرے تری

جو کام تجھ سے لینا تھا وہ کام لے چکے
پرواہ رہ گئی ہے یہاں اب کسے تری

اُمیدِ کامیابی و شغلِ سرود و رقص
یہ بیل چڑھ سکے گی نہ ہرگز منڈھے تری

ہو رُوحِ عشق تیری مرے دل میں جاگزیں
تصویر میری آنکھ میں آکر بسے تری

مِٹ جائے میرا نام تو اس میں حرج نہیں
قائم جہاں میں عزّت و شوکت رہے تری

میداں میں شیرِ نَر کی طرح لڑ کے جان دے
گردن کبھی نہ غیر کے آگے جُھکے تری

دل مانگ جان مانگ کسے عُذر ہے یہاں
منظور ہے ہمیشہ سے خاطر مجھے تری

نکلے گی وصل کی کوئی صورت کبھی ضرور
چاہت تجھے مِری ہے تو چاہت مجھے تری

یکتا ہے تُو تو میں بھی ہوں اِک منفرد وجود
میرے سِوا ہے آج محبّت کسے تری

ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

اوامر ونواہی شریعتِ اسلام کے آئینے میں

مرسلہ۔ امۃ الباری ناصر

1۔تم خدا تعالیٰ کو اپنے جسموں اور روحوں کا ربّ سمجھو۔جس نے تمہارے جسموں کو بنایا۔اسی نے تمہاری روحوں کو پیدا کیا۔وہی سب کا خالق ہے۔اس بن کوئی چیز موجود نہیں ہوئی۔

2۔آسمان اور زمین اور سورج اور چاند اور جتنی نعمتیں زمین وآسمان میں نظر آتی ہیں۔یہ کسی عمل کنندہ کے عمل کی پاداش نہیں۔محض خدا تعالیٰ کی رحمت ہے۔کسی کو یہ دعویٰ نہیں پہنچتا کہ میری نیکیوں کے عوض خدا تعالیٰ نے آسمان بنایا، زمین بچھائی یا سورج پیدا کیا۔

3۔تُو سورج کی پرستش نہ کر۔تُو چاند کی پرستش نہ کر۔تُو آگ کی پرستش نہ کر۔تُو پتھر کی پرستش مت کر۔تُو مشتری ستارے کو مت پُوجا کر۔تُو کسی آدم زاد یا کسی جسمانی چیز کو خدا مت سمجھ۔کہ یہ سب چیزیں تیرے نفع کے لئے خدا نے پیدا کی ہیں۔

4۔بجز خدا تعالیٰ کے کسی چیز کی بطور حقیقی تعریف مت کر۔کہ سب تعریفیں اسی کی طرف راجع ہیں۔بجز اس کے کسی کو اس کا وسیلہ مت سمجھ کہ وہ تجھ سے تیری رگ جان سے بھی زیادہ نزدیک تر ہے۔

5۔تُو اس کو ایک سمجھ کہ جس کا کوئی ثانی نہیں۔تُو اس کو قادر سمجھ جو کسی فعل قابل تعریف سے عاجز نہیں۔تُو اس کو رحیم اور فیاض سمجھ کہ جس کے رحم اور فیض پر کسی عامل کے عمل کو سبقت نہیں۔

6۔تُو سچ بول اور سچی گواہی دے۔اگرچہ اپنے حقیقی بھائی پر ہو۔یا باپ پر ہو یا ماں پر ہو یا کسی اور پیارے پر ہو۔اور حقانی طرف سے الگ مت ہو۔

7۔تُو خون مت کر۔کیونکہ جس نے ایک بے گناہ کو مار ڈالا وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے سارے جہان کو قتل کر دیا۔

8۔تُو اولاد کشی اور دختر کشی مت کر۔تُو اپنے نفس کو آپ قتل نہ کر۔تُو کسی قاتل یا ظالم کا مددگار مت ہو۔تُو زنا مت کر۔

9۔تُو کوئی ایسا فعل نہ کر جو دوسرے کا ناحق باعث آزار ہو۔

10۔تُو قمار بازی نہ کر۔تُو شراب مت پی۔تُو سود مت لے۔اور جو تُو اپنے لئے اچھا سمجھتا ہے وہی دوسرے کے لئے کر۔

11۔تُو نامحرم پر ہرگز آنکھ مت ڈال۔نہ شہوت سے اور نہ خالی نظر سے کہ یہ تیرے لئے ٹھوکر کھانے کی جگہ ہے۔

12۔تم اپنی عورتوں کو میلوں اور محفلوں میں مت بھیجو اور ان کو ایسے کاموں سے بچاؤ کہ جہاں وہ ننگی نظر آویں۔تم اپنی عورتوں کو زیور چھنکارتے ہوئے خوش اور نظر پسند لباس میں کوچوں اور بازاروں اور میلوں کی سیر سے منع کرو۔اور ان کو نامحرموں کی نظر سے بچاتے رہو۔تم اپنی عورتوں کو تعلیم دو۔اور دین اور عقل اور خدا ترسی میں ان کو پختہ کرو۔اپنے لڑکوں کو علم پڑھاؤ۔

13۔جب تُو حاکم ہو کر کوئی مقدمہ کرے تو عدالت سے کر۔اور رشوت مت لے۔اور جب تُو گواہ ہو کر پیش ہو تو سچی گواہی دے دے۔اور جب تیرے نام حاکم طرف سے بغرض ادائیگی کسی گواہی کے حکم طلبی کا صادر ہو۔۔۔تو خبردار حاضر ہونے سے انکار مت کیجیو۔اور عدول حکمی مت کیجیو۔

14۔تُو خیانت مت کر۔تُو کم وزنی مت کر۔اور پورا پورا تول۔تُو جنس ناقص کو عمدہ کی جگہ مت بدل۔تُو جعلی دستاویز مت بنا۔تُو اپنی تحریر میں جعلسازی نہ کر۔تُو کسی پر تہمت مت لگا۔اور کسی کو الزام نہ دے کہ جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں۔

15۔تُو چغلی نہ کر۔تُو گلہ نہ کر۔تُو نمامی نہ کر۔اور جو تیرے دِل میں نہیں وہ زبان پر مت لا۔

16۔تیرے پر تیرے ماں باپ کا حق ہے جنہوں نے تجھے پرورش کیا۔بھائی کا حق ہے۔محسن کا حق ہے۔سچے دوست کا حق ہے۔ہمسایہ کا حق ہے۔ہموطنوں کا حق ہے۔تمام دُنیا کا حق ہے۔سب سے رُتبہ بہ رُتبہ ہمدردی سے پیش آ۔

17۔شرکاء کے ساتھ بدمعاملگی مت کر۔یتیموں اور نا قابلوں کے مال کوخورد برد مت کر۔

18۔اسقاط حمل مت کر۔تمام قسموں کے زنا سے پرہیز کر۔کسی عورت کی عزّت میں خلل ڈالنے کیلئے اس پر کوئی بہتان مت لگا۔

19۔رُو بخدا ہو۔اور رو بہ دنیا نہ ہو۔کہ دُنیا ایک گزر جانے والی چیز ہے۔اور وہ جہان ابدی جہان ہے۔بغیر ثبوت کامل کے کسی پر نالائق تہمت مت لگا کہ دلوں اور کانوں اور آنکھوں سے قیامت کے دِن مؤاخذہ ہوگا۔

20۔کسی سے کوئی چیز جبراً مت چھین۔اور قرض عین وقت پر ادا کر۔اور اگر تیرا قرضدار نادار ہے تُو اس کو قرض بخش دے۔اور اگر اتنی طاقت نہیں تو قسطوں سے وصول کر۔لیکن تب بھی اس کی وسعت وطاقت دیکھ لے۔

21۔کسی کے مال میں لاپروائی سے نقصان مت پہنچا اور نیک کاموں میں لوگوں کو مدد دے۔

22۔اپنے ہمسفر کی خدمت کر۔اور اپنے مہمان سے تواضع سے پیش آ۔سوال کرنے والے کو خالی مت پھیر اور ہر ایک جاندار بھوکے پیاسے پر رحم کر۔

(حیاتِ احمد جلد اوّل نمبر 3 صفحہ 25 تا 27)

رمضان المبارک

صادق باجوہ۔میری لینڈ

خزانے رحمتوں کے بانٹنے ماہِ صیام آیا
لئے دامن میں فضلوں کو مہِ عالی مقام آیا

مبارَک ہے جو قُرآں کے اُترنے کا مہینہ ہے
گناہوں کے سمندر سے نکلنے کا سفینہ ہے

رضا جوئی کا جذبہ ذہنِ انساں میں جگاتا ہے
دکھوں کو بانٹ لینے کا سلیقہ بھی سکھاتا ہے

سَبَق ہمدردیٔ انسان ، غمخواری سکھاتا ہے
چلیں تقوٰی کی راہوں پر تو مولٰی سے ملاتا ہے

عبادت میں شغف، اِیثار واحساں کی فراوانی
دلِ مومن میں بھر دیتا ہے رحماں قدرِ انسانی

منور ہوں دل و جاں آرزو دل میں سمائی ہو
خدائی نُور کی جب بھی کہیں جلوہ نُمائی ہو

اُجاگر ہو کوئی جذبہ کوئی احساس پیدا ہو
مداوائے دُکھی انسانیت پھر سے ہویدا ہو

مقدر میں ہے کیا، یہ فیصلہ بھی اس میں ہوتا ہے
ہر اک انسان پالیتا ہے جو کچھ بھی وہ بوتا ہے

خدا کی رحمت وشفقت کا بخشش کا مہینہ ہے
بھنور میں گھر کے بھی باہر نکل آتا سفینہ ہے

خدا ہوتا ہے روزے کی جزا جب یہ نوید آئی
خوشی کی انتہا تھی عید سے پہلے ہی عید آئی

اپنے شیطان کو جکڑا رہنے دیں

امام سید شمشاد احمد ناصر ۔ لاس اینجلس امریکہ

خدا تعالیٰ کے فضل سے رمضان المبارک اپنی بھر پور برکتوں کے ساتھ آیا اور چلا گیا۔ رمضان المبارک سے فائدہ اٹھانے والے مختلف قسم کی طبائع ہوتی ہیں۔ اور ہر شخص اپنے اپنے ایمان و یقین کے ساتھ رمضان میں اپنے ربّ کو خوش کرنے اسکی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور عبادت کے ساتھ ساتھ خدمت خلق کرتا ہے۔

رسول پاک ﷺ نے ہمیں یہ نوید بھی سنائی ہے کہ جب رمضان المبارک آتا ہے تو خدا تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی چادر بہت وسیع ہو جاتی ہے اتنی وسیع کہ انسانی عقل اس کا احاطہ بھی نہیں کر سکتی۔ حدیث پاک کے الفاظ ہیں کہ

جب رمضان آتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت کے دروازے کھول دیتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیتا ہے اور شیطان کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ یہ نوید بھی آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان کی پہلی رات سے آخر تک بے شمار خلقت کے گناہ بخشتا ہے۔ پھر یہ بھی پیغام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر رات نصف شب کے بعد دیا جا رہا ہوتا ہے کہ ہے کوئی خدا سے مانگنے والا تا اسے دیا جائے۔ ہے کوئی اس سے مغفرت چاہنے والا تا اسکی مغفرت کر دی جائے اور یہ پیغام صبح تک اسی طرح دیا جا رہا ہوتا ہے۔ خوش بخت ہوتے ہیں وہ لوگ جو اس منادی سے فائدہ اٹھا کر خدا تعالیٰ سے مغفرت چاہتے ہیں۔ اسکی رضا چاہتے ہیں اور گناہوں کی مغفرت ان کا مدعا ہو جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ تو دیتا ہے، اس نے یہ مہینہ دینے کے لئے ہی رکھا ہے لیکن اس سے لینے کی بھی کچھ شرائط ہیں۔ مثلاً یہی کہ روزہ رکھ کر اچھے کام کئے جائیں، کسی کے حقوق نہ غصب کئے جائیں نہ جھوٹی گواہی دی جائے۔ بلکہ نیک کاموں میں زیادہ سے زیادہ بڑھتے چلے جانا چاہئے۔ پھر ہی روزہ بھی مقبول ہوتا ہے۔

اور اگر روزہ رکھ کر ساری بدیوں کا ارتکاب کیا گیا تو روزہ روزہ نہیں ہے۔ صرف اپنے آپ کو بھوکا اور پیاسا رکھنے والی بات ہے۔

ایک اور بات یہ کہ رمضان میں جو اپنے نفس کی اصلاح اور تربیت کی ٹریننگ کی جاتی ہے، اسے رمضان کے بعد بھی جاری رکھنا چاہئے۔ کیونکہ خدا تو وہی ہے جو رمضان میں تھا۔ بعد میں بھی اللہ تعالیٰ وہی رہتا ہے۔ یعنی جس کے خوف اور ڈر یا محبت کی وجہ سے آپ نے رمضان میں اچھے کام کئے وہ خدا رمضان کے بعد بھی انہی صفات کا مالک رہتا ہے۔ جب کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے جنت کے دروازے کھول دیئے تھے رمضان میں۔ خدا جنت کے دروازے بند نہیں کر دے گا۔ لیکن شرط یہی ہے کہ تم بھی خدا تعالیٰ کے احکامات کو قدر کی نگاہ سے دیکھو اور اسکے احکامات پر عمل کرو۔ اسی طرح شیطان کی بات ہے۔ شیطان کو جب خدا نے جکڑا۔ دراصل جکڑا تو آپ نے خود تھا۔ شیطان کا جکڑنا یہ ہے کہ جتنی نیکیاں آپ کریں گے اتنا ہی وہ جکڑا جاتا ہے اور جتنی بدیاں آپ کرتے جائیں گے اتنا ہی وہ آزاد ہوتا جاتا ہے۔ انسان کا بھلا اسی میں ہے کہ وہ نیکیاں کرتا چلا جائے تا کہ اس کا شیطان قید ہی میں رہے۔ اس کا شیطان جکڑا ہی رہے۔ رمضان میں اس کو جکڑنے کے لئے آپ نے جو جو نیکیاں کی ہیں ان کا تسلسل رکھیں۔ مثلاً روزہ رکھا تو رمضان کے بعد بھی 6 روزے شوال کے ہیں وہ رکھ لئے جائیں۔ پھر آنحضرت ﷺ کی سنت سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھنے کی تھی۔ جو لوگ اس سے زیادہ رکھ سکتے ہیں وہ زیادہ رکھ لیں مگر سنت کے مطابق اتنا تو ضرور کریں جو آپؐ کرتے تھے۔

پھر پانچ وقت کی نمازیں بھی ہوں گی۔ یا جو نہ پڑھتے تھے انہوں نے ضرور کوئی نہ کوئی ایک آدھ تو ضرور پڑھی ہوگی۔ اس عادت کو مزید پختہ بنائیں کیونکہ نماز ہی ایک ایسی سواری ہے کہ جس کے ذریعہ انسان خدا تک با آسانی پہنچ سکتا ہے۔ نماز ہی انسان کا معراج ہے، نماز سے ہی انسان کا دین سنورتا ہے اور دنیا بھی سنور جاتی ہے۔ اس میں غفلت کسی طور پر بھی پسند نہیں۔ بلکہ نماز نہ پڑھنے والے کا تو دین بھی ناقص رہتا ہے۔ یہ کوئی دین تو نہیں کہ عقائد میں یہ بات داخل

سمجھی کہ نماز پڑھنی چاہئے مگر پڑھیں گے نہیں۔

پس رمضان میں اگر نمازیں پڑھنی شروع کی تھیں تو اس عادت کو پختہ بنائیں اور پوری پانچ نمازوں کی ادائیگی توجہ، خشوع وخضوع کے ساتھ کریں اور یہ دعا کرتے رہیں کہ

''اے خدا تو مجھ پر راضی ہو جا اور راضی ہونے کے بعد پھر کبھی مجھ سے ناراض نہ ہونا''(مسیح موعودؑ)

رمضان المبارک میں آپ نے جمعہ بھی پڑھا ہوگا یا بعض لوگ رمضان کے آخری جمعہ کو پڑھنا بہت سعادت سمجھتے ہیں۔ خیر جو بھی آپ نے کیا ایک جمعہ پڑھا یا سارے جمعے پڑھے یا صرف آخری جمعہ پڑھا۔ تو اب سارے جمعے پڑھنے کی نیت اور کوشش کریں۔ چند دن پہلے خاکسار نے ایک حدیث پڑھی جو رسول خدا ﷺ نے بیان فرمائی اور وارننگ دی ان لوگوں کو جو جمعہ سے غفلت برتتے ہیں اور ان کے بارے میں آپؐ نے نہایت انذاری بات بیان کی کہ ایسے لوگوں کی کوئی نیکی بھی مقبول نہیں یعنی جمعہ نہ پڑھنے والوں کی نہ نماز مقبول ہوگی نہ روزہ۔ نہ زکوٰۃ نہ حج اور نہ ہی کوئی اور نیکی۔ نہ ہی خدا ان کے کاموں میں برکت رکھے گا۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کریں۔ یعنی جمعہ پڑھنے لگ جائیں۔

(سنن ابنِ ماجه کتاب الصلوٰة باب فی فرض الجمعه بحواله مشعل راه جلد سوم صفحه 360.61)

تو تمام ایسے بھائیوں کی خدمت میں بڑے ہی ادب کے ساتھ یہ گزارش ہے کہ خدا تعالیٰ نے جمعہ کی نماز کو فرض قرار دیا ہے اپنے بچوں کی اور عورتوں کی تربیت کی خاطر انہیں جمعہ پر ضرور لائیں اور خصوصاً مغربی ممالک اور امریکہ۔ اور ایشیین ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے یہ بہت ضروری بات ہے کہ جمعہ کا تقدس اور احترام قائم کیا جائے اور اس دن بچوں کو سکولوں سے چھٹی دلا کر بھی جمعہ کے لئے ساتھ لے کر جایا جائے۔ اس سے شیطان جکڑا رہے گا۔

رمضان کی نیکیوں میں سے ایک اور نیکی جس کے کرنے کی توفیق اگر لوگوں کو ملتی ہے وہ ہے غرباء پروری، یعنی ان کی ضروریات کا خیال رکھنا، اس کے لئے سخاوت کرنا مالی قربانی کرنا، چندہ دینا وغیرہ وغیرہ۔

تو خدا کی خوشنودی کی خاطر جہاں آپ نے غرباء پروری کی، مالی امداد کی، غرباء کے کھانے پینے اور لباس کا خیال رکھا۔ ان کی ضروریات کو پورا کیا تو رمضان کے بعد بھی یہ صدقہ یہ نیکی یہ امداد اور غرباء کا خیال رکھا جانا چاہئے۔ شیطان کو اس سے بھی تکلیف ہوتی ہے کہ کیوں مومن نیکی کے کام کرتا ہے کیوں وہ دوسروں کے کام آتا ہے اور جب بھی آپ کوئی نیکی کا کام کرتے ہیں شیطان کو اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے تو بھلا اسی میں ہے کہ وہ شیطان آپ کا شیطان تکلیف میں ہی ہر دم رہے۔ اور اگر ممکن ہو تو اسکو آپ مسلمان کر لیں جس طرح ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ میرا شیطان تو مسلمان ہو چکا ہے۔

میرے لکھنے اور کہنے کا مطلب ہے کہ جو جو نیکیاں بھی آپ نے رمضان میں کسی نہ کسی رنگ میں اپنی اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق شروع کی تھیں ان کا تسلسل رہنا چاہیئے۔

پھر اسی ضمن میں قرآن کریم کی تلاوت ہے۔ اگر آپ نے قرآن کریم پڑھنا شروع کیا اور پھر اس کا دور بھی مکمل کیا تو کوشش کریں کہ رمضان کے بعد بھی اسے جاری رکھیں۔ روزانہ صبح کے وقت یا جب بھی موقع ملے ضرور تلاوت قرآن کریم کریں۔

پھر نوافل کی ادائیگی اور تہجد کا اہتمام بھی آپ نے کچھ نہ کچھ ضرور کیا ہوگا۔ اس عادت کو بھی قائم رکھیں۔ کم از کم دو نفل تو ضرور تہجد کے ادا ہو جانے چاہئیں۔ یہ کم سے کم ہے۔

میں نے ایک اور بات نوٹ کی ہے پاکستانی ٹی وی پر جو پروگرام بھی نشر ہوتے تھے ان پروگرام کی میزبان خواتین اور مہمان خواتین کی اکثریت اپنے سروں کو ڈھانکتی تھیں۔ گویا احترام رمضان تھا۔ ٹھیک ہے۔ ماشاءاللہ اچھا ہے۔ مگر انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ احترام رمضان کیا ہوتا ہے۔ رمضان تو روزہ کا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں اگر آپ نے اپنے سر کو ڈھانکا تو میرا خیال ہے خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ایسا کیا یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا حکم دیا ہے۔ تو وہی خدا اَب بھی موجود ہے جس کی محبت میں آپ نے ایسا کیا۔ سر پر دوپٹہ رکھنا، چادر رکھنا، یا پردہ کرنا بہت اچھی نیکی کی بات تھی اس لئے اس عادت کو رمضان کے بعد بھی اپنائیں۔ اس سے بھی شیطان کو جکڑنے میں مدد ملے گی۔ اور پھر سر پر دوپٹہ رکھنا کوئی اتنی بڑی بات بھی نہیں یہ کوئی مشکل کام بھی نہیں۔ ٹی وی

والوں کی تو مثال دی ہے۔عموماً ہماری مسلمان خواتین میں بھی ماشاء اللہ یہ عادت ہے کہ وہ رمضان میں سر کو ڈھانپ لیں گی تو بعد میں بھی ایسا کر لیں۔ اچھا ہو گا انشاءاللہ۔

یہ تو سب مثبت پہلو تھے جن کا میں نے ذکر کیا ہے ورنہ مسلمانوں کا ہی ایک طبقہ ایسا بھی ہے خصوصاً پاکستان میں جو رمضان آنے پر رمضان کا ناجائز فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔مثلاً

1۔اپنے کاروبار میں نفع زیادہ لیں گے۔اور آج جب کہ مہنگائی کا دیو ہر ایک کو کھانے کے لئے تیار ہے ایسے میں مسلمان کہلانے والے ہی اپنے اشیائے خوردنی کو مزید مہنگا کر دیں تو ایسے لوگوں کا شیطان تو زیادہ کھل جاتا ہے۔

2۔ بے ایمانی کا بازار گرم کر کے بھی وہاں شیطان کو آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔

3۔جھوٹ اور جھوٹی گواہیاں دے کر شیطان کو خوشی کا سامان بہم پہنچایا جاتا ہے۔

4۔کرپشن بھی رمضان میں زوروں پر ہو جائے تو اس سے بھی شیطان کو دلی راحت اور خوشی محسوس ہوتی ہے۔

پس رمضان کے گزر جانے اور عید منا لینے کے بعد انسان کو شیطان سے دوستی کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ یہ نہ سمجھیں کہ رمضان تو ایک مصیبت تھی شکر ہے کہ ٹل گیا ہے۔ایسے لوگوں کا شیطان نہ روزوں میں جکڑا گیا اور نہ بعد میں۔

اللہ تعالیٰ نیکیوں کی توفیق دے۔اور ہر ایک کو توفیق دے کہ وہ اپنے شیطان کو جکڑ کر رکھے اور یاد رہے کہ انسان کا اپنا نفس ہی سب سے بڑا شیطان اور دھوکہ دینے والا ہے یہی اس کا سب سے بڑا دشمن ہے۔اس لئے احتیاط کریں اپنے سے!

مجہول الکہنہ اشیاء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

’’چار چیزیں ہیں جن کی کہنہ دراز کو معلوم کرنا انسان کی طاقت سے بالاتر ہے۔

اوّل اللہ جلّشانہٗ، دوم روح، سوم ملائکہ، چہارم ابلیس

جو شخص ان چاروں میں سے خدا تعالیٰ کے وجود کا قائل ہے اور اس کی صفاتِ الوہیت پر ایمان رکھتا ہے ضرور ہے کہ وہ ہر سہ اشیاء روح و ملائک و ابلیس پر ایمان لائے۔مثلاً رُوح جیسے انسان کے اندر داخل ہوتی معلوم نہیں ہوتی ویسے ہی اس میں سے خارج ہوتی بھی معلوم نہیں ہوتی۔انسان کو ہر حال میں رضاءِ الٰہی پر چلنا چاہیئے اور کارخانہ الٰہی میں دخل در معقولات نہیں دینا چاہیئے۔تقویٰ اور طہارت، اطاعت و وفا میں ترقی کرنی چاہیئے اور یہ سب باتیں تب ممکن ہیں جب انسان کامل ایمان اور یقین سے ثابت قدم رہے اور صدق و اخلاص اپنے مولا کریم سے دکھلائے اور وہ باتیں جو علم الٰہی میں مخفی ہیں اس کی کُنہ کے معلوم کرنے میں بیسود کوشش نہ کرے۔مثلاً ہلیلہ قبض کو دُور کرتی ہے اور سم الفار ہلاک کرتا ہے۔طبیب کا کام ہے کہ اُن کے خواص کو معلوم کرے۔اور یہ سوال کہ کیوں یہ خواص پیدا ہو گئے حوالہ بخدا کرے جو شخص ہر ایک چیز کے خواص و ماہیت دریافت کرنے کے پیچھے لگ جاتا ہے وہ نادانی سے کارخانہ ربّ اور اس کے منشاء سے بالکل ناواقف نابلد ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 313)

آخری زمانہ میں سورج مغرب سے طلوع ہوگا

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج

اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا

یورپین پارلیمنٹ برسلز اور کیپیٹل ہل امریکہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تشریف آوری پر اہم شخصیات کے خیالات و تاثرات

ظہیر احمد طاہر۔ جرمنی

تاریخ عالم گواہ ہے کہ وہ وجود جنہوں نے دنیا کے لوگوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا، اُن میں انبیاء علیہم السلام سب سے نمایاں اور ممتاز ہیں۔ ابتدائے انسانیت سے اللہ کے یہ فرستادے روحانی مائدہ تقسیم کرنے کے لئے مبعوث ہورہے ہیں۔ نظر بینا رکھنے والے جانتے ہیں کہ دنیا میں جہاں کہیں نیکی کی روشنی، اچھائی کا نور، دلوں کی صفائی کا اجالا اور پرخلوص جذبوں کی حکمرانی ہے اس کے پیچھے انبیاء کرامؑ کی لائی ہوئی تعلیم اور وہ نور ہدایت کارفرما ہے جو اُن کے ذریعہ آسمان سے اتارا گیا۔ ہر وہ ملک اور قوم جہاں نور کی ان روشنیوں کا ظہور ہوا، آج بھی وہاں کہیں نہ کہیں اُن برکتوں کا اجالا ضرور نظر آتا ہے جو دلوں کی صفائی کا موجب ہوا تھا۔ گویا نورِ ہدایت کے اُن سرچشموں نے اپنی قوت قدسی کے ذریعہ گناہ کی غلاظتوں کو مصفا آسمانی پانی سے دھوکر نورِ ایمان کی شمعیں روشن کی تھیں۔

اللہ تعالیٰ کے کام بہت پرحکمت اور نرالے ہوتے ہیں۔ ایک عام انسان ان کی کنہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ ہر ایک کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور جب وہ مقررہ وقت آپہنچے تو پھر وہ کام اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور منشاء کے مطابق اپنی تکمیل کے مراحل طے کرنے لگتا ہے۔ آسمان پر کسی تبدیلی کا فیصلہ ہوجائے تو زمینی حالات خودبخود سازگار ہونا شروع ہوجاتے ہیں چنانچہ صاحبِ بصیرت ہواؤں کے رخ سے موسم کی تبدیلی کا اندازہ لگالیتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اُسی آسمانی نظام کا حصہ ہے جو اس سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے ذریعہ اس دنیا میں جاری ہوا۔ یہ نظام امن و آشتی، صلح جوئی اور آپس کی نفرتوں کو مٹا کر پیغام توحید کو عام کرنے کے لئے قائم ہوا ہے تاکہ تمام دنیا کے انسانوں کو دین واحد پر جمع کیا جاسکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔“ (الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306)

جب بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی مامور انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے مبعوث ہوتا ہے تو سخت مخالفت کے باوجود کچھ نیک فطرت سعید روحیں اُس کی طرف مائل ہوتی ہیں اور وہ سلسلہ اپنی اصل منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے اور حالات خودبخود سازگار ہوتے جاتے ہیں تب پھر

اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا
اک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہوا

کے روح پرور نظارے جلوہ نما ہوتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کی تقدیر کب، کس طرح اور کیسے جلوہ گر ہوگی اسے کوئی نہیں جانتا لیکن جب وقت کا پہیہ اپنے مقررہ وقت پر پہنچ جائے تو سارے تانے بانے خود سے ملنے لگتے ہیں۔ حقیقتیں واضح ہونا شروع ہوجاتی ہیں اور ابدی صداقتیں حقیقت کا روپ دھار لیتی ہیں۔ سورج نکل آئے تو اجالے نمودار ہو ہی جایا کرتے ہیں۔ دلوں کی گرہیں کھلنا شروع ہوجائیں تو ذہنوں کے زنگ دور ہونے لگتے ہیں تب ابدی سچائی اپنا اثر دکھاتی ہے اور روح کی کثافتیں ایک دم میں زائل ہوجاتی ہیں۔

مخبرِ صادق ہمارے ہادی ورہنما حضور نبی کریم ﷺ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔

(مسلم کتاب الفتن ۔باب الایات التی تکون قبل الساعة)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس عظیم الشان پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

☆۔''ایسا ہی طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر وضلالت میں ہیں آفتابِ صداقت سے منوّر کئے جائیں گے اور اُن کو اسلام سے حصہ ملے گا......درحقیقت آج تک مغربی ملکوں کی مناسبت دینی سچائیوں کے ساتھ بہت کم رہی ہے گویا خدائے تعالیٰ نے دین کی عقل تمام ایشیا کو دے دی اور دنیا کی عقل تمام یورپ اور امریکہ کو۔نبیوں کا سلسلہ بھی اوّل سے آخر تک ایشیا کے ہی حصہ میں رہا اور ولایت کے کمالات بھی انہیں لوگوں کو ملے۔اب خدائے تعالیٰ ان لوگوں پر نظرِ رحمت ڈالنا چاہتا ہے......جب ممالک مغربی کے لوگ فوج درفوج دین اسلام میں داخل ہوجائیں گے تب ایک انقلاب عظیم ادیان میں پیدا ہوگا۔اور جب یہ آفتاب پورے طور پر ممالک مغربی میں طلوع کرے گا۔''

(ازالہ اوھام ، روحانی خزائن جلد 3صفحہ 376-378)

آثار وقرائن بتارہے ہیں کہ تبدیلی کا پہیہ گردش میں ہے۔تقدیر الٰہی کی انقلاب آفرین ہواؤں نے اپنا اثر دکھانا شروع کردیا ہے اور تائیدات سماوی کی موسلا دھار بارش کا نزول شروع ہوچکا ہے، دلوں کی بنجر زمین نرم ہورہی ہے اور اس پر روئیدگی کے آثار نمایاں ہیں۔مغربی اقوام کی محرومیاں ختم ہونے کا وقت آپہنچا ہے اور اُن کی روحیں اسلام کی آغوش میں آنے کے لئے بیتاب ہورہی ہیں گویا الٰہی نوشتوں اور پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آپہنچا ہے کیونکہ یہی وقت کا تقاضا اور زمانے کی ضرورت ہے:

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار
آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

(براھین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 131۔ روحانی خزائن جلد 21)

مشہور برطانوی مدبر جارج برنارڈ شا (1856-1950ء) ایک نامور شخصیت ہیں اور لندن اسکول آف اکنامکس کے بانی شمار کئے جاتے ہیں وہ تحریر کرتے ہیں:

''قرونِ وسطیٰ کے پادریوں نے یا تو جہالت کی وجہ سے یا تعصب کی بناء پر محمدؐ کے دین کی نہایت تاریک تصویر کھینچی تھی۔فی الحقیقت انہیں محمد (ﷺ) اور اس کے مذہب سے نفرت کرنے کی ٹریننگ دی گئی تھی ان کے نزدیک محمدؐ یسوع کے دشمن تھے۔لیکن میں نے اس عظیم الشان شخصیت کا مطالعہ کیا ہے میری رائے میں وہ نہ صرف یہ کہ دشمن مسیح نہ تھے بلکہ انسانیت کے نجات دہندہ تھے میرا ایمان ہے کہ اگر موجودہ زمانہ میں محمدؐ جیسا انسان دنیا کا آمر بن جائے تو وہ ہمارے زمانہ کی مشکلات کا ایسا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہوجائے گا جس کے نتیجہ میں مسرت اور امن حاصل ہوجائے۔اب یورپ محمدؐ کے مذہب کے اصولوں کو سمجھنے لگا ہے اور آئندہ صدی میں یورپ اس بات کو اور زیادہ تسلیم کرے گا کہ اسلام کے اصول اس کی الجھنوں کا حل کرسکتے ہیں۔میری پیشگوئی کو ان حقائق کے ماتحت سمجھنا چاہئے موجودہ وقت میں بھی میری قوم اور یورپ کے کئی لوگ اسلام اختیار کرچکے ہیں اور کہا جاسکتا ہے کہ یورپ کے اسلامی بننے کا آغاز ہوچکا ہے۔''

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 152-153)

یورپ کے ایک اور مشہور مورخ پروفیسر ٹائن بی(Professor Toynbee) لکھتے ہیں:

''مغرب سے ٹکراؤ کے نتیجہ میں اب اسلام میں پھر جوش پیدا ہورہا ہے اور اس میں ایسی روحانی تحریکات جنم لے رہی ہیں جو ممکن ہے آئندہ جاکر عالمگیر مذہب اور تہذیب کی بنیاد بن جائیں مثلاً احمدیہ تحریک ہے۔''

(تاریخ احمدیت جلد چھارم صفحہ 153)

یورپین یونین میں حضور انور کی تشریف آوری

الٰہی جماعتوں کی کامیابی کے پیچھے دراصل خدائی ہاتھ کارفرما ہوتا ہے جب کُــنْ کا مسحور کن نقارہ بجتا ہے تو فَیَکُوْ ن کے جلوے خود بخود رُونما ہونے لگتے ہیں اور روحانی طور پر مردہ جسموں میں زندگی کے آثار پیدا ہوجاتے ہیں۔مغربی اقوام میں پیدا ہونے والی اس تبدیلی کو آج لاکھوں احمدی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہورہے ہیں اور سعید فطرت لوگ اسلام کی امن پسند تعلیم کو سمجھنے کیلئے بیتاب ہورہے ہیں۔

چنانچہ ہمارے پیارے اورمحبوب امام حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جس علاقے اور ملک میں تشریف لے جاتے ہیں آپ کو سربراہان مملکت جیسا پروٹوکول دیا جاتا ہے۔ وہاں کی اسمبلیوں کے ممبر آپ کی خدمت میں مشورہ کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کی مجالس میں شامل ہو کر آپ کی باتوں کو بڑے غور سے سنتے ہیں اور باہر آ کر اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ جو باتیں ہم نے خلیفہ کے منہ سے سنیں یہی وقت کی ضرورت اور حالات کا تقاضا ہے۔ ایسی حسین تعلیم اور اسلام کا ایسا خوبصورت چہرہ پہلے دیکھنے کو نہیں ملا اگر یہ اسلام ہے تو اس لائق ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ:

☆۔''نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔''

(الاشتہار ، تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ 8)

4 /دسمبر 2012ء کا دن ایک خاص اہمیت کا دن تھا جب یورپ کی 28 قوموں کو بیک وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چشمہ سے سیراب ہونے کا موقع ملا۔ اُس روز سچائی کا آفتاب ایک نئی شان کے ساتھ مغرب کی طرف سے طلوع ہوا تھا۔ اُس روز حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے اعزاز میں یورپین پارلیمنٹ برسلز میں ایک انتہائی اہم تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔

یورپین یونین کے نمائندوں اور اس سے قبل امریکن پارلیمنٹ کے نمائندوں سے حضور انور کے خطاب کے نتیجہ میں اُن کے ذہنوں اور سوچوں میں جو حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا ہوئیں ان کی صرف چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

یورپین پارلیمنٹ، یورپی یونین کو چلانے کے لئے ایک پارلیمانی ادارہ ہے۔ ہر پانچ سال بعد یورپین پارلیمنٹ کے ممبران کا انتخاب ہوتا ہے۔ اس کے موجودہ ممبران کی تعداد 754 ہے۔ جنہیں MEP کہا جاتا ہے۔

☆۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی یورپین پارلیمنٹ کی عمارت میں تشریف آوری پر پروٹوکول آفیسر اور پارلیمنٹ سیکیورٹی آفیشلز نے حضور انور کو خوش آمدید کہا اور اُس VIP دروازہ سے پارلیمنٹ کی عمارت میں لے جایا گیا جو صرف سربراہان مملکت کے لئے مخصوص ہے۔ بعد ازاں پروٹوکول آفیسر آپ کو Protocol Room1 میں لائے جہاں چند ممالک کے ممبران پارلیمنٹ اور دیگر مہمانوں نے باری باری حضور انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

☆۔ساڑھے بارہ بجے حضور انور نے پارلیمنٹ کے Prayer Room میں تشریف لا کر ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ یہ یورپین پارلیمنٹ میں پہلی نمازیں تھیں جو خلیفۃ المسیح نے پڑھائیں۔

بعض ممبران کے تاثرات

یورپین پارلیمنٹ میں حضور انور کے خطاب سے پہلے ایک ممبر پارلیمنٹ Claude Moraes نے کہا:

☆۔آج کل دنیا کے حالات اس طرف جا رہے ہیں کہ ہمیں احمدیہ جماعت کے امن وآشتی کے نظریات کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ ایک دوسرے کیلئے برداشت پیدا کرنے اور ایک دوسرے کی عزت کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ ان نظریات کا مجھ سے پہلے مقررین نے بھی اپنی تقریروں میں ذکر کیا ہے۔ یہ نظریات صرف کتابی باتیں نہیں ہیں بلکہ آج کل کے دور میں ان پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہو گیا ہے۔

......انہوں نے کہا کہ حضور انور کا یہاں آنا اس بات کی علامت ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے متعلق جاننا چاہتے ہیں۔ میرا خیال ہے احمدیہ جماعت کو مزید سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ان کے امن اور ایک دوسرے کیلئے برداشت کے متعلق نظریات اور پیغام کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ مذہب وملت کی تفریق کے بغیر انسانیت کی خدمت کرنا بھی اس جماعت کا خاصہ ہے۔ ان سب باتوں کو مزید سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اس تقریب کے میزبان ممبر یورپین پارلیمنٹ Dr.Charles Tannock نے اپنا ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا:

☆۔مجھے بطور ممبر آف یورپین پارلیمنٹ تیرہ برس ہو چکے ہیں اور لوگ اکثر مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ہم نے اس دوران کیا کیا؟ تو مَیں کہتا ہوں جیسے آج وقت کی ضرورت کے عین مطابق 'امن' کے فروغ کے حوالہ سے تقریب منعقد ہو رہی ہے اور جس طرح ہم سب لوگ یہاں اکٹھے ہوئے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہم سب تبدیلی چاہتے ہیں اور اس کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ جیسے حضور انور بھی اس سے پہلے بیان فرما چکے ہیں کہ شدت پسندی کے نظریہ کے پیچھے دنیا کے عالمی حالات بھی کارفرما ہیں۔ اگر کوئی ملک انتہا پسندی کو ختم نہیں کرتا تو انتہا پسندی پھیلتی جاتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ آج کل جماعت احمدیہ دنیا کے لئے امن اور برداشت کی ایک اعلیٰ مثال ہے جبکہ دوسری طرف مذہبی انتہا پسندی اور شدت پسندی امن اور انسانی حقوق دونوں کے لئے خطرہ بن چکی ہے اور یہ انتہا پسندی پھر عالمی سطح پر ہونے والی دہشتگردی کے ساتھ جڑ جاتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ آج کل کے بعض جہادی گروپ کسی طور پر بھی حقیقی اسلام کو پیش نہیں کرتے۔ جماعت احمدیہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے کیونکہ اس جماعت نے دنیا کے مختلف ممالک میں، جن میں پاکستان سے انڈونیشیا تک اور نائیجر سے قرغیزستان تک شامل ہیں، مظالم سہے ہیں اور مختلف اوقات میں یورپی پارلیمنٹ اس حوالہ سے قراردادیں بھی پاس کر چکی ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 28/دسمبر 2012ء)

وہی مغرب جہاں 1894ء میں ایک مشنری کانفرنس میں عیسائی پادریوں کے سامنے ڈاکٹر ہربرٹ (Dr. Herbert) یہ اعلان کر رہے تھے کہ:

☆۔ ''فرض کرو لنڈن کہ کسی علاقے میں کوئی مسلمان آوارد ہو جو اجنبی کپڑوں میں ملبوس ہو۔ ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولتا ہو۔ اور وہ ہمیں یہ بتانے کی کوشش کرے کہ محمدؐ خدا کا سچا رسول ہے اور یہ کہ اب ہم یسوع مسیح کی بجائے اس پر ایمان لائیں۔ ذرا سوچو تو سہی اس مسلمان کا کیا حشر ہوگا یہی کہ چھوٹے چھوٹے بچے اس پر کیچڑ اچھالتے پھریں گے۔'' (تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 153)

عالم انسانیت کے بہتر مستقبل کی ضمانت اسی پیغام پر عمل کرنے میں ہے

اب اسی مغرب میں اسلام کو خوش آمدید کہا جارہا ہے اور اسلام پر نفرتوں کے تیر چلانے کی بجائے اُس کے حقیقی نمائندوں پر مسکراہٹوں کے پھول نچھاور کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ 4/دسمبر 2012ء کو اسلام احمدیت کے حقیقی نمائندے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پانچویں جانشین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یورپین یونین میں خطاب کے لئے تشریف لائے تو چرچ کا ایک نمائندہ حضور انور کی زبان مبارک سے اسلام کی امن پسند تعلیم کو سن کر یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ 'اب عالم انسانیت کے بہتر مستقبل کی ضمانت اسی پیغام پر عمل کرنے میں ہے۔' چنانچہ مسٹر Christian Mirre نے جو چرچ آف سائنٹالوجی یورپ کے ممبر ہیں یورپین یونین میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطاب کے بعد اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

☆۔ یہ ایک بہت اہم میٹنگ تھی حضور انور نے اپنے خطاب میں ہم سب کو یہ پیغام دیا ہے کہ ہم سب مل کر امن کے لئے کام کریں اور آپس کی نفرتوں کو دور کریں۔ حضور کا پیغام حکمت سے پُر تھا اور اب عالم انسانیت کے بہتر مستقبل کی ضمانت اسی پیغام پر عمل کرنے میں ہے۔

احمدیہ خلیفہ کا پیغام ہر مذہب، نسل اور ثقافت کی تفریق سے بلند

اسپین سے Mayor of Meco مسٹر Pedro Luis Carlavilla بھی یورپین یونین میں ہونے والے تاریخ ساز پروگرام میں شامل تھے۔ اس موقع پر انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

☆۔ میں اپنی طرف سے احمدیہ مسلم جماعت کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے ایسا غیر معمولی موقع فراہم کیا۔ جس انداز سے احمدیہ خلیفہ نے آج کل دنیا کو درپیش مسائل کی طرف توجہ دلائی ہے وہ ہر مذہب، نسل اور ثقافت کی تفریق سے بلند تھا۔ اگر عزت مآب Pope بھی اس تقریب میں شریک ہوتے تو وہ بھی اس بات سے اتفاق کرتے جو احمدیہ خلیفہ نے بیان فرمائیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 27/دسمبر 2012ء)

ان کے منہ سے نکلنے والے الفاظ غیر معمولی طاقت، شوکت اور اثر رکھتے ہیں

ایک اور عیسائی رہنما جو Bishop کے اہم عہدہ پر فائز ہیں جنیوا (سوئٹزرلینڈ) سے اس تقریب میں شمولیت کیلئے تشریف لائے تھے۔ موصوف انٹرفیتھ انٹرنیشنل کے نمائندہ اور رفاہی تنظیم Feed a Family کے بانی صدر بھی ہیں۔ خطاب سے ایک روز قبل برف پر سے پھسل گئے تھے اور ان کی آنکھ پر شدید چوٹ آئی تھی اس کے باوجود برسلز تشریف لائے۔ حضور انور کے خطاب کے بعد انہیں حضور انور سے مصافحہ کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اُن کی خوشی دیدنی تھی انہوں نے اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

☆۔ ''یہ شخص جادوگر نہیں لیکن ان کے الفاظ جادو کا سا اثر رکھتے ہیں۔ لہجہ دھیما ہے لیکن ان کے منہ سے نکلنے والے الفاظ غیر معمولی طاقت، شوکت اور اثر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس طرح کا جرأت مند انسان مَیں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ آپ کی طرح کے صرف تین انسان اگر اس دنیا کو مل جائیں تو امن عامہ

کے حوالے سے اس دنیا میں حیرت انگیز انقلاب مہینوں نہیں بلکہ دنوں کے اندر برپا ہوسکتا ہے اور یہ دنیا امن اور بھائی چارہ کا گہوارہ بن سکتی ہے۔مَیں اسلام کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا تھا۔آپ کے خطاب نے اسلام کے بارے میں میرے نقطۂ نظر کو کلیۃً تبدیل کردیا ہے۔''

حضور سے ملاقات کو مَیں کبھی فراموش نہیں کرسکتا

سوئٹزرلینڈ سے جاپانی بدھ ازم کے ایک نمائندے Jorge Koho Mello جوراہب بھی ہیں اس تقریب میں شامل ہوئے تھے۔وہ بھی حضورانور کی بارعب اور مسحورکن شخصیت سے بہت متاثر ہوئے۔اس موقع پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

☆۔'' آپ کو (یعنی حضورانور کو) جوعلم، دانائی اور حکمت ودیعت کی گئی ہے کاش کہ لوگ اس علم اور دانائی سے فائدہ اٹھائیں۔آپ کا مَیں مشکور ہوں کہ آپ نے اس اہم لیکچر میں شامل ہونے کے لئے مجھے دعوت دی اور اس میں شامل ہونا اور حضور سے ملاقات کا موقعہ ملنا میرے لئے ایک بہت بڑی سعادت ہے۔حضور کے ساتھ ملاقات کے لمحات میرے لئے قیمتی ترین لمحات ہیں جن کو مَیں کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔مجھے یہاں دوسرے ممالک کے اہل علم لوگوں سے ملنے کا بھی موقعہ ملا جس کے لئے مَیں آپ کا ممنون ہوں۔''

حضورانور کا خطاب تمام مسلمانوں کے لئے فخر کی بات ہے

بیلجیئم کی نیشنل پارلیمنٹ کے ایک مسلمان ممبر آنریبل Fouad Ahidar نے برملا اس بات کا اظہار کیا کہ:

☆۔حضورانور کا یورپی پارلیمنٹ میں خطاب صرف میرے لئے ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے فخر کی بات ہے۔حضور کے خطاب نے ہمارے سر بلند کردیئے ہیں۔

بیلجیئم کی وزارت داخلہ کے نمائندہ Jonathan Debeer نے کہا:

☆۔حضورانور کے خطاب نے ہم سب کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ہم نے اس سے بہت کچھ سیکھا ہے۔یہ خطاب ہم سب کے لئے انسپائرنگ ہے۔

ممبر پارلیمنٹ Mr.Mass نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:

☆۔آج ایک بہت بڑی اور اہم روحانی شخصیت یورپین پارلیمنٹ میں تشریف لائی۔حضور نے دنیا کے لئے جو امن کا پیغام دیا ہے اور ہماری رہنمائی کی ہے اس کے لئے ہم حضور کے بیحد شکرگزار ہیں۔

مُلک مالٹا (Malta) سے Prof.Arnold Cassola اس تقریب میں شمولیت کے لئے تشریف لائے تھے۔آپ یونیورسٹی آف مالٹا میں بطور پروفیسر کام کررہے ہیں۔آپ 30 سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔آپ کو اٹالین پارلیمنٹ میں ممبر آف پارلیمنٹ رہنے کا اعزاز حاصل ہے۔اس تقریب پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

☆۔'' کانفرنس کا انتظام نہایت اعلیٰ تھا یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا اور کہیں کسی قسم کی کمی نظر نہیں آئی۔جماعت احمدیہ کا عالمی بھائی چارہ کا تصور اور ماٹو 'محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں' ایک نہایت اہمیت کا حامل تصور ہے جو تمام انسانیت کو اکٹھا کردیتا ہے اور ہر قسم کے نسلی اور مذہبی تفریق کو الگ کرکے انسانیت کو یکجا کرنے کی ضمانت دیتا ہے۔ خلیفہ (ایدہ اللہ تعالیٰ) کی تقریر عالمی امن کے قیام کی جدوجہد کی واضح عکاسی ہے۔درحقیقت جماعت احمدیہ دنیا کے تمام لوگوں کے لئے جو امن اور رواداری کی تلاش میں ہیں مذاکرات کا ایک اہم پلیٹ فارم مہیا کررہی ہے، یہاں تک کہ سیاسی سطح پر بھی وہ اس معاملہ کو خوب اچھی طرح پیش کررہی ہے۔''

مالٹا سے آنے والے ایک دوسرے مہمان Ivan Bartolo تھے آپ کا تعلق میڈیا سے ہے اور آپ دو پروگراموں کے پروڈیوسر اور میزبان ہیں۔موصوف نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

☆۔'' درحقیقت عزت مآب خلیفہ امن کے عظیم سفیر ہیں اور مَیں آپ کی شخصیت اور امن اور عالمی بھائی چارہ کے لئے آپ کے مشن اور جدوجہد سے بہت متاثر ہوا ہوں۔''

ناروے سے ایک ممبر پارلیمنٹ اور کریسچن ڈیموکریٹک پارٹی کے صوبائی سیکرٹری بھی اس تقریب میں شامل ہوئے تھے۔انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے برملا کہا:

☆۔'' جماعت احمدیہ بہت خوش نصیب ہے کہ ان کو ایسا عظیم رہنما ملا ہے۔حضور انور کا خطاب اور تقریب کا انتظام بہت اعلیٰ تھا۔بغیر فعال اور مؤثر لیڈرشپ کے ایسا ممکن نہیں ہے۔''

فرانس کی وزارت داخلہ اور وزارت خارجہ کے نمائندہ Mr.Eric نے حضور انور

کے خطاب کے تمام اہم پوائنٹس نوٹ کئے اور کہا کہ:

☆۔حضور انور کے خطاب میں فرانس کے لئے بہت رہنمائی ہے۔مَیں واپس جاکر اپنی منسٹری میں رپورٹ پیش کروں گا۔

(ملخص از الفضل انٹرنیشنل 4/جنوری 2013ء)

U.S.Capitol Hill میں حضور انور کی آمد

گزشتہ سال 2012ء میں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی امریکہ تشریف آوری پر آپ کے اعزاز میں U.S.Capitol Hill کے مشہور ہال Gold Room میں ایک تاریخ ساز تقریب کا انعقاد ہوا۔امریکہ کی پارلیمنٹ جوکہ House of Representatives کہلاتی ہے اور ایوان بالا سینیٹ کے اجلاسات کیپٹل ہل کی عمارات میں ہوتے ہیں۔یہاں کے ممبر پارلیمنٹ کانگریس مین (Congressmen) کہلاتے ہیں۔امریکن حکومت کے تمام اہم دفاتر اور ادارے انہی عمارات میں واقع ہیں۔ اس تقریب میں 29 سینیٹرز،سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ،وائٹ ہاؤس اور پینٹا گون کے نمائندوں کے علاوہ Think-Tank،ہیومین رائیٹس کی تنظیموں کے نمائندے، کالجز اور یونیورسٹیز کے پروفیسر، مختلف ممالک کے سفراء، مندوبین اور متعدد دیگر اہم افراد شامل ہوئے۔

پندرہ سال میں اتنے زیادہ کانگریس ممبرز کو ایک ساتھ نہیں دیکھا

ایک کانگریس مین Ellison کے چیف آف سٹاف نے کہا کہ اسے یہاں پر کام کرتے ہوئے 15 سال ہوگئے ہیں اور اس نے آج تک دس سے زیادہ کانگریس ممبرز کو کسی پرائیویٹ تقریب میں اکٹھے نہیں دیکھا اور اگر کبھی آ بھی جائیں تو دس پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں ٹھہرتے۔اس کے علاوہ یہاں سیاسی رقابت بہت ہے اور یہ لوگ ایک جگہ اکٹھا ہونے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ کے وجود کی برکت تھی کہ ایک بڑی تعداد میں سینیٹرز اور کانگریس مَین نہ صرف شامل ہوئے بلکہ آخر تک بیٹھے رہے اور پھر یہ آپس کی سیاسی رقابتیں بھی بھول گئے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یورپ اور امریکہ کے لوگ ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے تیاری کررہے ہیں اور اس سلسلہ کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جیسا کہ ایک سخت پیاسا یا بھوکا جو شدّت بھوک اور پیاس سے مرنے پر ہو اور یکدفعہ اس کو پانی اور کھانا مل جائے۔“

(براھین احمدیہ حصہ پنجم،روحانی خزائن جلد 1صفحہ 107)

سینیٹر اور کانگریس مَین سے ملاقات

عمارت کے اندر آنے کے بعد حضور انور کمرہ نمبر B-329 میں تشریف لائے جہاں سینیٹر Casey،کانگریس مین Sherman اور کانگریس مین Honda نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی۔جب کانگریس مین Honda حضور انور سے ملاقات کے لئے آئے تو انہوں نے اپنے گلے میں خدام الاحمدیہ والا رومال پہنا ہوا تھا۔

سینیٹر Casey نے دوران ملاقات کہا کہ حضور انور کا امن، رواداری اور وفاداری کا پیغام بہت اچھا ہے اور ہم حضور کے شکرگزار ہیں۔

کانگریس مین Sherman نے بتایا کہ وہ حضور انور کا بہت مداح ہے۔

(ملخص از الفضل انٹرنیشنل 24/اگست 2012ء)

چند شرکاء کے تاثرات

اگرچہ کسی اہم جگہ پر کسی تقریب کا انعقاد بھی اہمیت کا حامل ہوتا ہے لیکن اُس کے نتیجہ میں جو مثبت اثرات مرتب ہوں ان کی روشنی میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ پروگرام کتنی اہمیت کا حامل تھا اور اس میں شامل ہونے والوں پر اس کا کیا اثر ہوا۔ چنانچہ اس پروگرام کا آغاز ہوتے ہی پہلے مقرر سینیٹر جناب Robert Casey نے سٹیج پر تشریف لاکر اس بات کا برملا اعتراف کیا کہ

امن وسلامتی کے پیغام کا شکریہ

☆۔آج حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی یہاں آمد کے طفیل ایوان بالا یعنی Senate اور ایوان زیریں یعنی House of Representatives کے نمائندے اکٹھے بیٹھے ہوئے ہیں جو عام طور پر کبھی نہیں ہوتا۔موصوف نے کہا ہم حضور انور کی عظیم لیڈرشپ اور آپ کے امن وسلامتی اور رواداری کے پیغام کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور آج آپ کو یہاں خوش آمدید کہتے ہیں۔

کانگریس مین آنریبل Brad Sherman کی طرف سے خیر مقدم

☆۔موصوف نے دنیا میں امن کے قیام کے لئے حضور انور ایدہ اللہ کی کوششوں کو سراہا اور کہا ہم حضور کے امن، رواداری اور بھائی چارہ کے کام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو آپ ساری دنیا میں کر رہے ہیں۔

خاص تحفہ

کانگریس مین Sherman نے اپنے خطاب کے آخر میں حضور انور کی خدمت میں Congressional Flag پیش کیا۔ یہ امریکہ کا جھنڈا ہے جس کو Capital Hill کی عمارت پر لہرایا گیا تھا۔ یہ خاص مہمانوں کی عزت افزائی کے لئے دیا جاتا ہے۔

آنریبل Dr.Katrina Lautos Sweet نے اپنا ایڈریس پیش کیا۔ Dr.Katrina امریکی حکومت کے ادارہ United States Commission for International Religious Freedom کی چیئرمین ہیں۔ڈاکٹر کترینہ نے بتایا کہ:

☆۔احمدی یہ تقریب اپنے کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے نہیں کر رہے بلکہ خلیفۃ المسیح دنیا میں امن کے قیام کے خواہاں ہیں اور اس تقریب کا مقصد صرف یہ ہے کہ دنیا میں امن قائم ہو سکے۔ جماعت اس کے بدلہ میں کسی چیز کی خواہاں نہیں ہے۔

اس تقریب میں امریکن پارلیمنٹ کی سابق سپیکر آنریبل Nancy Pelosi نے بھی خطاب کیا۔Nancy Pelosi پریزیڈنٹ Obama کے خاص ساتھیوں میں سے سمجھی جاتی ہیں۔موصوفہ کی اسی دوران ایک اور میٹنگ تھی لیکن اپنے چیف آف سٹاف کی کئی مرتبہ کی یاددہانی کے باوجود بیٹھی رہیں اور حضور کی مکمل تقریر سنی۔

اپنی تقریر میں Nancy Pelosi نے حضور انور کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور خاص طور پر ذکر کیا کہ حضور پاکستان کے Anti-Ahmadiyya قوانین کی وجہ سے اسیر راہ مولیٰ رہ چکے ہیں اور آج کل انگلستان میں مقیم ہیں۔

امریکی کانگریس کا ریزولیوشن

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی امریکہ میں آمد پر امریکی کانگریس میں ایک ریزولیوشن پیش کیا گیا۔ یہ ریزولیوشن بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور عام طور پر صرف خاص مقاصد کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ بہت کم مذہبی رہنما ہیں مثلاً Pope جن کے لئے اس قسم کا ریزولیوشن دیا جا سکتا ہے۔ یہ ریزولیوشن امریکی کانگریس کی طرف سے انتہائی عزت افزائی سمجھا جاتا ہے۔ یہ ریزولیوشن 27/جون 2012ء کو کمیٹی میں پیش کیا گیا تھا۔ چنانچہ Golden Room میں منعقد ہونے والی اس اہم تقریب کے دوران Congress Woman آنریبل Zoe Lofgren نے سٹیج پر آ کر House Resolution No.704 کا متن پڑھ کر سنایا۔اس ریزولیوشن کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

☆۔عالمگیر جماعت احمدیہ کے روحانی سربراہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کو واشنگٹن ڈی سی میں خوش آمدید کہتے ہیں اور آپ کی دنیا میں امن کے قیام، عدل، انصاف، انسانی حقوق کے قیام، جمہوریت اور مذہبی آزادی کے لئے کوششوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

☆۔یہ قرارداد اس بات کو بھی تسلیم کرتی ہے کہ فرقہ وارانہ تشدد جو احمدی مسلمانوں پر ہو رہا ہے اس کے باوجود عزت مآب (حضور انور) نے اپنے پیروکاروں کو کسی بھی قسم کا جوابی تشدد کرنے سے روکا ہوا ہے۔

☆۔ یہ قرارداد اس بات کو بھی تسلیم کرتی ہے کہ حضور انور جب دنیا کے مختلف ممالک کے دورہ میں ممالک کے صدران، وزرائے اعظم، ملکوں کے سفراء اور دیگر پارلیمانی شخصیات کو ملتے ہیں تو ان میں خدمت انسانیت کے جذبہ کو اجاگر کرتے ہیں اور خدمت انسانیت کے لئے عملی قدم اٹھاتے ہیں۔

☆۔یہ قرارداد اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ امریکہ کے اس دورہ کے دوران حضور انور ہزارہا احمدی مسلمانوں سے ملاقات کریں گے اور اس کے علاوہ امریکی حکومت کے لیڈران اور دیگر حکام سے بھی ملیں گے تا کہ بہتر تعلقات قائم ہوں اور بلاامتیاز امن اور عدل قائم ہو۔

☆۔پس کانگریس یہ قرارداد پاس کرتی ہے کہ وہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کا واشنگٹن ڈی سی میں استقبال کرتی ہے۔آپ کے قیام امن اور قیام انصاف کی کوششوں کا اعتراف کرتی ہے اور اس بات کا بھی اعتراف کرتی ہے کہ آپ اپنی جماعت کو باوجود ان پر سخت ظلم اور Persecution کے انہیں امن سے رہنے اور صبر کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

حضورانور کا خطاب وسیع پیمانے پر شائع ہونا چاہئے

حضورانور کے خطاب کے بعد ممبر آف کانگریس Keith Ellison نے کہا:

☆۔حضورانور کے خطاب کا ان پر بہت اثر ہوا ہے۔امن اور عدل کے بارہ میں حضورانور نے جس طرح دینی تعلیمات پیش کی ہیں وہ بہت ہی خوبصورت ہیں۔ حضورانور کا خطاب شائع کر کے وسیع پیمانہ پر تقسیم کیا جانا چاہئے۔

☆۔بعدازاں ریڈیو کے ایک نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے Mr.Keith نے کہا کہ حضور جیسا اعلیٰ روحانیت کے درجہ پر فائز مسلمان لیڈر آج امت مسلمہ کی ضرورت ہے اور فرقوں میں بٹے ہوئے مسلمانوں کے لئے حضور کا وجود برکتوں کا موجب ہے۔موصوف نے کہا قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق دین میں کوئی جبر نہیں ہے اور سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اسلام کی صحیح تعلیمات بابت امن وعدل کو سمجھیں۔

کانگریس میں حضور کا خیر مقدم

اس پروگرام کے بعد حضورانور اور قافلہ کے تمام ممبران کو کانگریس کی Visitor`s Gallery میں لے جایا گیا جہاں اس وقت کانگریس کا اجلاس ہورہا تھا۔ کانگریس کے اجلاس کے دوران کانگریس مَین آنریبل Sherman سپیکر کی اجازت سے ڈائس پر آئے اور کانگریس کی طرف سے حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خیر مقدم کیا اور حضورانور کا تعارف کروایا اور بتایا کہ حضورانور امن کے علمبردار ہیں اور ساری دنیا میں امن کے قیام کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔

کانگریس کے اجلاس کے دوران ، حضور انور کا یہ خیر مقدم T.V چینل C-Span کے ذریعہ سارے ملک میں Live دکھایا گیا۔

(ملخص از الفضل انٹرنیشنل 24/اگست 2012ء)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اُس روشنی سے حصہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔اس زمانہ کا حِصنِ حصین مَیں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔مگر جو شخص میری دیواروں سے دور بھاگنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے! اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔''

(فتح اسلام۔روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34)

موجودہ حالات میں دنیا کو یہ پیغام دینے کی ضرورت ہے کہ اس وقت اُن کے تمام مسائل کا حل اگر کسی کے پاس ہے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نمائندے اور خدا تعالیٰ کے تائید یافتہ خلیفۂ وقت کے پاس ہے۔

رعب پڑتے دلوں پہ دیکھا ہے　　حق اترتے دلوں پہ دیکھا ہے
اے محبت کے بادشاہ ترا　　حکم چلتے دلوں پہ دیکھا ہے

آمدِ مسیحِ وقت کی دیکھو حدیث میں

خانم رفیعہ مجید

ہر سُو طوفانِ نُوح کے نظاروں سے پوچھ لو
اس ڈُوبتی کشتی کے کناروں سے پُوچھ لو
کیوں گھیرے میں بھنور کے ہے سفینہءاسلام؟
محلوں میں بیٹھے حرص کے ماروں سے پوچھ لو
کیوں ڈھائی ہے قیامتِ عُظمٰی عوام پر؟
یہ مال وزَر کی چاہ کے ماروں سے پوچھ لو
ہر اِک گلی محلّہ قتل گاہ کیوں بنا؟
لاشوں سے بہتے خُون کے دھاروں سے پوچھ لو
کیوں برپا ہے نظامِ حشر ملکِ پاک میں؟
جاہ وحَشم کی چاہ کے ماروں سے پوچھ لو
اِس خُون کی ہولی میں ہیں خُود ہی ملے ہوئے
ان کے چلن سے پُوچھو اشاروں سے پُوچھ لو
کیوں اُمّتِ محمدیؐ کرب و بلا میں ہے؟
کسُوفِ مہروماہ کے اشاروں سے پوچھ لو
آمد مسیحؑ وقت کی دیکھو حدیث میں
کرو استخارے حق کے نظاروں سے پوچھ لو

ٹیکساس کے دو بزرگوں کا سانحہ ءارتحال

محترم عبدالمجید نیاز صاحب اور محترم ملک مبارک احمد صاحب کا ذکرِ خیر

لطف الرحمٰن محمود

فروری 2013ء میں آگے پیچھے دو دنوں میں، دو مخلص اور دعا گو بزرگ، ٹیکساس کی دو ممتاز اور فعال جماعتوں کو داغِ مفارقت دے گئے۔ محترم عبدالمجید نیاز صاحب اور محترم ملک مبارک احمد صاحب کی وفات سے Austin اور Dallas کی جماعتوں میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡن۔

عجیب اتفاق ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے پاکستان سے نقل مکانی کے بعد ٹیکساس کو اپنا وطنِ ثانی قرار دیا۔ اس کے علاوہ بھی دونوں شخصیات میں کئی پہلوؤں میں حیران کُن اشتراک موجود ہے۔ دونوں بزرگوں کا صحابہ کرام کی نسل سے تعلق ہے۔ دونوں کو قادیان دارالامان سے غیر معمولی محبت تھی۔ دونوں 1947ء کی ہجرت کے پُر آشوب ایّام کی یادوں کے امین تھے۔ دونوں کو زمرۂ درویشانِ قادیان سے بھی ایک خاص نسبت تھی۔ دونوں کو فرقان فورس میں خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ دونوں بزرگ پُرانے تاریخی واقعات کے پُر جوش ذکر سے گردشِ ایّام کو آواز دے کر محفلوں کو گرمایا کرتے تھے۔ دونوں کو خاندانِ حضرت اقدسؑ سے گہری محبت وعقیدت تھی۔ دونوں خلافتِ احمدیت پر جان چھڑکتے تھے۔ دونوں کو سلسلہ کے لٹریچر اور اخبارات و جرائد کے مطالعہ کا شوق تھا اور علمی اور تربیتی معاملات کے تناظر میں نئی نسل کو حسبِ موقع تلقین فرماتے رہتے تھے۔ دونوں حضرات کا اس احقر سے بھی برادرانہ تعلق تھا۔ دونوں تقریباً ہم عمر تھے۔ اس عاصی واحقر کو ان دونوں پیارے دوستوں کی نماز جنازہ پڑھانے کی بھی توفیق ملی۔ دونوں موصی تھے۔ دونوں اپنے اپنے مقامات کے قبرستانوں میں دفن ہونے والے پہلے موصی تھے۔ ان سب امور میں غیر معمولی اشتراک کی بنا پر میں نے بھی ان دونوں بزرگوں کا ذکرِ خیر یکجا کرنے کا فیصلہ کیا ہے تا ان کے حسنات ومناقب کے ذکر سے تحریک دُعا ہو۔ نیز نئی نسل میں ان کی نیکیوں اور خوبیوں کو جاری رکھنے کی خواہش پیدا ہو۔

محترم عبدالمجید نیاز صاحب

26 نومبر 1931 کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار میاں عبدالرحیم دیانت صاحب، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ ہرسیاں والے کے فرزند تھے۔ نیاز صاحب مرحوم کے نانا حضرت حکیم اللہ بخش صاحب بھی حضور علیہ السلام کے صحابی تھے۔

حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ کے وجود سے ایک ایمان افروز روایت وابستہ ہے۔ میاں صاحب نے خواب میں دیکھا کہ ان کی عمر 45 سال ہوگی۔ متفکر ہو کر اس خواب کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا۔ حضورؑ نے جواباً فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عمر دوگنا کرنے پر قادر ہے (تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے ''زندہ درخت'' مصنفہ امتہ الباری ناصر صفحہ 47) حضرت میاں فضل محمد صاحب نے 7 نومبر 1956ء کو 90 سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور حضورؑ کی زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی بات پوری ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے جابہ (نخلہ) سے ربوہ تشریف لا کر جنازہ پڑھایا اور خطبہ میں اُن کا ذکر فرمایا (خطبہ جمعہ فرمودہ 9 نومبر 1956ء)

ابتدائی حالات اور تقسیمِ ملک

محترم نیاز صاحب کو قادیان کے روحانی، علمی اور تربیتی ماحول سے استفادہ کا موقع ملا۔ مرحوم متعدد اہم تاریخی واقعات کے شاہد تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1944ء میں اللہ تعالیٰ سے علم پا کر، جب مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہونے کا دعویٰ کیا تو اس خوشخبری کے اعلان کیلئے ہوشیار پور، دہلی اور لاہور میں خاص

جلسے منعقد کئے گئے۔محترم نیاز صاحب کو اپنے والدِ بزرگوار کے ہمراہ ان جلسوں میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ان جلسوں کے چشم دید واقعات کبھی کبھی مجالس میں بیان فرماتے۔اس عہد میں قادیان میں بہت سے صحابہ کرام حیات تھے۔محترم نیاز صاحب کو ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

1947ء میں تقسیمِ ہند کے وقت،آپ کے والدِ ماجد نے قادیان کی مبارک بستی میں درویشی کی زندگی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔313 درویشانِ قادیان میں آپ کا نمبر 72 ہے۔اہل وعیال نے پاکستان ہجرت کی۔ایثار۔وفا اور استقامت کی یہ کہانی سرحد کی دونوں جانب خاموشی سے رقم ہوتی رہی۔

نیاز صاحب اس وقت جامعہ احمدیہ کے طالب علم تھے۔جامعہ پہلے چنیوٹ اور بعد ازاں احمد نگر منتقل ہوا۔طلبہ اور اساتذہ بھی ساتھ ساتھ نقل مکانی کرتے رہے۔ تعلیمی اور دیگر سہولتوں کے لحاظ سے یہ بے سروسامانی اور مشکلات کا دَور تھا۔زندہ قومیں اور ان کے افراد ان امتحانوں میں سُرخرو نکلتے ہیں۔ان مشکلات کے باوجود تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ 1950ء میں ''آنرز ان عربک''(H.A.) یعنی مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔اس سال جامعہ احمدیہ سے 26 طلبہ نے یہ امتحان دیا اور 24 کامیاب قرار پائے۔یہ شرح 92 فیصد بنتی ہے۔ضمناً عرض ہے کہ بعض طلبہ کو فرقان فورس میں ڈیوٹی کیلئے محاذِ کشمیر پر حاضر رہنا پڑا۔نیاز صاحب بھی اُن میں شامل تھے۔ان طلبہ کو وہاں سے امتحان میں شامل ہونے کیلئے طلب کیا گیا۔ اس قسم کے حالات میں امتحان دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کامیاب رہے۔

قادیان اور درویشانِ قادیان سے محبت

نیاز صاحب مرحوم کو قادیان اور درویشانِ قادیان سے گہری محبت تھی۔ہجرت کے بعد،حکومتِ ہند نے وہاں 313 درویشوں کو مقیم رہنے کی اجازت دی۔جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے آپ کے والد ماجد ایک درویش تھے۔اس حوالے سے ان کے دل میں درویشوں کیلئے بھی محبت وعقیدت پیدا ہوگئی۔اُن کا ای۔میل ایڈریس "ibne - darvesh" سے شروع ہوتا تھا۔یہ بھی اظہارِ تعلق کا ایک دِلبرانہ انداز تھا۔آپ کو والدِ محترم کی وفات سے قبل، قادیان جا کر اُن کی خدمت کا موقع بھی ملا۔اسی طرح اُن کی دعاؤں کو حاصل کرنے کی توفیق ارزانی ہوئی۔معاش کے سلسلہ میں حیدرآباد(سندھ) گئے بلکہ وہیں کے ہو کر رہ گئے۔جلسہ سالانہ اور عیدین وغیرہ پر زیارتِ مرکز کیلئے تشریف لاتے۔لمبے عرصے کیلئے آپ حیدرآباد رہے۔والدہ اور دیگر افرادِ خاندان کی خدمت کی توفیق ملی۔یہ ایک بھاری خدمت تھی جس نے آپ کو درویش باپ کی دعاؤں کا مستحق بنائے رکھا۔

تزویج اور اولاد

1955ء میں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔آپ کی اہلیہ محترمہ منصورہ فردوس صاحبہ دعا گو خاتون تھیں جو بفضلہٖ تعالیٰ کشف و الہام کی نعمت سے مشرّف تھیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ایک خطاب میں ان کی قبولیت دعا کے ایک واقعہ کا ذکر فرمایا جس کی تفصیل روزنامہ الفضل کی 19 مئی 2007ء کی اشاعت میں شائع ہوئی۔(ملاحظہ فرمایئے ایضًا صفحہ 3) چند سال قبل مجھے زیارتِ مرکز کی توفیق ملی۔نیاز صاحب مرحوم نے مجھے بہشتی مقبرہ ربوہ میں اپنی اہلیہ مرحومہ کے قطعہ نمبر اور قبر وغیرہ کی مکمل تفصیل دے کر دعا کرنے کی تاکید کی۔ عاجز کو تعمیل کا موقعہ ملا۔اسی طرح انہوں نے اپنے بزرگ دادا،حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ ہرسیاں والے کے مزار پر بھی دعا کی تحریک کی۔اس کی تعمیل میرے لئے روحانی خوشی کا باعث ہوئی۔صاحبِ مزار کا وصیت نمبر 102 تھا۔میرے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ میں نظامِ وصیت میں شامل ہونے والے ایک فرد کا مزار تھا۔بسا اوقات بعض لطیف احساسات سے نازک جذبات کی دُنیا تہہ وبالا ہو جاتی ہے!

اللہ تعالیٰ نے محترم نیاز صاحب کو اس صالحہ خاتون کے بطن سے 2 فرزند اور 3 صاحبزادیوں سے نوازا۔ان کے علاوہ انہوں نے 10 پوتے پوتیاں اور 8 نواسے نواسیاں اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔مرحوم کے بچے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صالح، دیندار اور اپنے اپنے رنگ میں خدمتِ دین کی توفیق سے بہرہ وَر ہیں۔حافظ بشارت احمد غنی، خدام الاحمدیہ کے قائد رہے ہیں اور اب کوٹ لکھ پت جماعت کے صدر ہیں۔وہاں مجلس انصاراللہ کے زعیم بھی ہیں۔ نیاز صاحب مرحوم نے ایک مرتبہ اظہارِ تشکر کے طور پر عاجز کو بتایا کہ ان کے اس بیٹے کو سالہا سال سے تراویح میں قرآن کریم سنانے کی سعادت میسر آرہی ہے۔ ان کے دوسرے صاحبزادے فخر احمد غنی، آسٹن جماعت میں وقف جدید کے سیکرٹری ہیں اور ضیافت کا شعبہ بھی انہی کے سپرد ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب عزیزوں کی سعادت اور خدمت دین میں مزید برکت ڈالے،آمین۔

بعض خاص خصوصیات کا ذکر

آخر میں مجھے یہاں محترم نیاز صاحب کی بعض خاص خوبیوں کا ذکر کرنا ہے، اس دُعا کے ساتھ کہ یہ مناقب ہمیں بھی ودیعت ہوں اور ہماری آنے والی نسلیں بھی اُن سے متمتع ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے محترم نیاز صاحب کو غیر معمولی حافظہ سے نوازا تھا۔ مطالعہ وسیع تھا۔ P.R. یعنی پبلک ریلیشنز کے آدمی تھے۔ اہم جماعتی خبروں پر نظر رکھتے۔ پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش، انڈونیشیا وغیرہ جہاں بھی جماعت احمدیہ کے افراد کے خلاف غیر انسانی، غیر اسلامی شرارتیں ہوتیں، ان سے باخبر کرکے تحریک دُعا کرتے۔ عیدین اور دیگر اہم تقاریب کے موقع پر اسیرانِ راہِ مولیٰ کی بریت و حُریّت کیلئے لازماً دُعا کی تحریک فرماتے۔

مرحوم مضبوط قُوّتِ ارادی کے مالک تھے۔ میں اس حوالے سے اُنہیں ''مردِ آہن'' کہوں گا۔ میرا بھتیجا عزیزم عطاء جو ریزیڈینسی کر رہا ہے۔ ایک مرتبہ محترم نیاز صاحب سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔ عطاء نے خاص طور پر نیاز صاحب کی غیر معمولی Will Power کا ذکر کیا۔ دوسری بات جس کا اس پر گہرا اثر ہوا وہ ان کی انتہائی منظّم (Well organized) شخصیت تھی۔ کاغذات، کُتب، میڈیکل ریکارڈ، ادویہ، دیگر اشیاء ہر چیز بڑے سلیقے اور قرینے سے رکھی تھی۔ میں نے اُنہیں ''مردِ آہن'' اسی لئے کہا ہے کیونکہ ان معاملات میں عاجز کی حالت اُن کے برعکس ہے ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

مزید برآں مرحوم نفاست، سادگی اور وضع داری کا مرقع تھے۔ جب تک صحت نے اجازت دی اور چلنے پھرنے میں دِقّت حائل نہ ہوئی۔ عبادات اور جماعتی تقاریب میں شامل ہونے کیلئے مسجد تشریف لاتے رہے۔ آسٹن جماعت کی روایت ہے کہ ایسی تقریبات اور ماہوار نشستوں میں شرکائے جلسہ کی تواضع کیلئے لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے طعام اور مشروبات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ محترم نیاز صاحب اپنا ''پرہیزی کھانا'' گھر سے لاتے مگر کُلُوا جمیعًا کی برکت کیلئے اُسے احباب کے ساتھ تناول فرماتے۔ طبّی تقاضوں کے پیشِ نظر ہر احتیاط ملحوظِ نظر رکھتے۔ یہ اُن کے مضبوط اعصاب اور آہنی قوتِ ارادی کا نتیجہ تھا۔ میں اپنی مثال اس لئے دے رہا ہوں تا اس حوالے سے اُن کی عظمت اُجاگر ہو۔ ہم جیسے ذیابیطس کے مریضوں کیلئے، ڈاکٹر صاحبان تقریباً تمام لذیذ اور شیریں طیّبات ممنوع قرار دے چکے ہیں۔ نیاز صاحب مرحوم کے محتاط رویّے کا ذکر کر آیا ہوں مگر ہم جیسے ''کمزور قُوتِ ارادی'' کے لوگ لنگر خانہ حضرت اقدسؑ کے ''تبرک'' کا بہانہ بنا کر اگلی پچھلی کسریں نکال لیتے ہیں۔ غالبؔ کا ایک شعر اس وقت یاد آیا ہے ؎

جانتا ہوں ثوابِ طاعت وزُہد پر طبیعت اِدھر نہیں آتی

اس شعر میں گستاخانہ تصرف کی بھی اجازت دیجئے ؎

جانتا ہوں فوائدِ طاعتِ طِبّ پر طبیعت اِدھر نہیں آتی

نیاز صاحب مرحوم کی طبیعت میں مزاح کا مادہ بھی موجود تھا۔ دوستوں کو ہنسنے ہنسانے والے زندہ دل انسان تھے۔ ایک مرتبہ شعبہ رشتہ ناطہ کی طرف سے کسی تکنیکی غلطی یا غلط فہمی کی بنا پر اُنہیں ایک خوشگوار سی ''ای۔میل'' موصول ہوئی۔ ہنستے ہوئے رازدارانہ انداز سے اس خبر سے مطلع فرمایا۔ یہ بات مسجد کے ایک گوشے میں ہوئی۔ میں نے عرض کیا ''جماعتی ترقی کے دو ہی راستے ہیں۔ تبلیغ اور تزویج۔ میرے ہاتھ پاؤں تو بندھے ہوئے ہیں۔ بسم اللہ کیجئے۔ بہتوں کا بھلا ہوگا''۔

نیاز صاحب مرحوم شعر و سخن اور بلند پایہ ادبی ذوق کے مالک تھے۔ جب کبھی کوئی اچھا شعر نظر سے گزرتا یا یاد آتا تو اُسے سنا کر محظوظ فرماتے۔ اللہ تعالیٰ اُن سے مغفرت اور درگزر کا سلوک فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقاماتِ قُرب سے نوازے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک شعر اُن کی نذر ہے ؎

ہے حُکم تمہیں گھر جانے کا اور ہم کو ابھی کُچھ ٹھہرنے کا
تم ٹھنڈے ٹھنڈے گھر جاؤ ہم پیچھے پیچھے آتے ہیں

محترم ملک مبارک احمد صاحب

محترم ملک صاحب آسنور، کشمیر میں 25 دسمبر 1930ء کو ملک عبدالسبحان صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا، حضرت میاں اللہ دتہ صاحب آف

نت بٹالہ' گوجرانوالہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔آپ کا نام انجام آتھم میں 313 صحابہ کی فہرست میں 195 نمبر پر درج ہے(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد11 صفحہ 327)

آپ کی فیملی ہجرت کرکے پاکستان آ گئی۔کم عمری میں محترم ملک صاحب کے والد بزرگوار کا انتقال ہوگیا اور اس خاندان کو مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ملک صاحب نے اپنے خودنوشت حالات میں لکھا ہے کہ 1951ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ گوجرانوالہ تشریف لائے۔ اس موقع پر ملک صاحب نے حضورؓ کی خدمت میں حالات عرض کرکے راہ نمائی کی استدعا کی۔حضور نے دُعا سے نوازا اور اُنہیں گوجرانوالہ سے باہر جانے کا مشورہ دیا۔اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ملک صاحب اُسی سال کراچی چلے گئے۔اللہ تعالیٰ نے وہاں قیام اور کام میں غیر معمولی برکت ڈالی۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے کاٹن یارن کی امپورٹ کا کام شروع کیا جو بہت کامیابی سے جاری رہا۔ ملک صاحب 1951ء سے 1994ء تک کراچی رہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالی فراخی اور وسعت عطا فرمائی اور جماعت کی مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائی جس کا اپنے مقام پر ذکر آئے گا۔

قادیان دارالامان کے حوالے سے خدمات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، قیامِ پاکستان کے بعد لاہور تشریف لے آئے اور رتن باغ میں مقیم ہوئے۔ یہاں سے حضورؓ نے قادیان کی آبادی کے انخلاء کیلئے کانوائے بھجوانے شروع کئے۔ لاہور کے 80 خدام اور انصار نے والنٹیرز کے طور پر اہم خدمات سرانجام دیں۔محترم ملک صاحب ان احباب میں شامل تھے۔ حکومتِ ہند نے جب 313 ''درویشوں'' کو قادیان میں رہنے کی اجازت دے دی تو پھر حضورؓ نے ان والینٹیرز کو وہاں سے واپس بلالیا۔محترم ملک صاحب نے اپنے خودنوشت حالات میں قیامِ قادیان کے حوالے سے دو خاص واقعات کا ذکر کیا ہے اُس دور میں اُنہیں منارۃ المسیح پر 3 ہفتے ڈیوٹی کا شرف حاصل ہوا۔ اکتوبر 1947ء میں مسلّح سکھوں نے قادیان پر حملہ کیا۔اس خون خرابے میں ایک 9 سالہ بچہ بھی زخمی ہوا۔محترم ملک صاحب نے خون میں لت پت اس زخمی بچے کو اُٹھا کر تحریکِ جدید کے بورڈنگ ہاؤس منتقل کیا۔ یہ بڑی ہمت اور جرأت کا کام تھا۔وہ خود بھی ایسے ہی حملے کی زَد میں آسکتے تھے۔

فرقان فورس میں خدمات

محترم ملک صاحب کو 1948ء میں ،فرقان فورس میں بھی خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ یہ احمدی نوجوانوں کا ایک فوجی دستہ تھا جس نے کشمیر میں ''باغ سر'' کے علاقے میں پاکستان آرمی کی زیرِ ہدایت فوجی خدمات سرانجام دیں۔نوجوان تین ماہ کیلئے فرقان فورس کے زیرِ اہتمام خدمات سرانجام دینے کیلئے خود کو والنٹیر کرتے۔ ملک صاحب کو فرقان فورس میں نصرت کمپنی میں خدمات سرانجام دینے کے مواقع ملے۔ضمناً عرض ہے کہ فرقان فورس کی سبکدوشی کے بعد، پاکستان آرمی کے کمانڈر انچیف جنرل گریسی کی طرف سے ان تمام نوجوانوں کو سنداتِ تحسین سے نوازا گیا تھا۔

جماعت کی تنظیمی ،تربیتی اور مالی خدمات

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے محترم ملک صاحب کو پاکستان اور یو۔ایس۔اے، دونوں ممالک میں جماعت کی تنظیمی ۔تربیتی اور مالی خدمات کے مواقع ملتے رہے ہیں۔ کراچی میں 40 سال سے زیادہ عرصہ مقیم رہے۔اس دوران وہاں جماعت کے ممتاز امراءمحترم چودھری محمد عبداللہ خان صاحب،محترم شیخ رحمت اللہ صاحب، محترم چودھری احمد مختار صاحب اور محترم نواب مودود احمد خان صاب کی مجلس عاملہ میں کام کرنے کے مواقع ملے۔ان عظیم شخصیات کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ ہی ایک بہت بڑا کریڈٹ ہے۔ ملک صاحب مرحوم کراچی میں اپنے حلقے ناظم آباد کے صدر بھی رہے۔ نیز سیکرٹری وقفِ جدید کے طور پر بھی خدمت کا موقع ملا۔

خدام الاحمدیہ کی تاریخ میں بھی ملک صاحب کا نام اور مقام ہے۔ 1945/46 میں لاہور کے حلقہ باغبانپورہ کی مجلس انصاراللہ کے زعیم رہے۔ پھر کراچی کے حلقہ رام سوامی میں زعیم کی حیثیت سے خدمت کرنے والے کو 1963 تا 1967 مجلس انصاراللہ کراچی کی قیادت کا اعزاز حاصل ہوا۔ان کے عہد قیادت میں مجلس کراچی دومرتبہ علم انعامی کی حقدار قرار پائی۔ 1994ء میں امریکہ نقل مکانی کے بعد ڈیلس کو اپنا مستقر قرار دیا۔ یہاں سیکرٹری مال کے طور پر 2004ء تک خدمت کی توفیق ملی۔تین سال تک سیکرٹری تعلیم القرآن بھی رہے۔

مجلس انصار اللہ کے ایک فعال رکن تھے۔مجلس نے ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر 2011ء میں انہیں ''لائف ٹائم اچیومینٹ ایوارڈ'' سے نوازا اور جریدہ ''النحل'' نے اپنی اشاعتِ خصوصی میں اس کا ذکر کیا۔محترم ملک صاحب نے ایسی تمام خدمتوں اور سعادتوں کو ہمیشہ ''فضلِ الٰہی'' جانا اور اس توفیق ارزانی پر ربّ کریم کے شکر سے ان کی زبان تر رہی۔اللہ تعالیٰ نے محترم ملک صاحب کو مالی وسعت عطا فرمائی اور انہیں تحریک جدید، وقفِ جدید، صد سالہ جوبلی فنڈ، نصرت جہاں وغیرہ سب تحریکات میں بھر پور حصہ لینے کی توفیق ملی۔

حج کرنے کی توفیق بھی ملی۔ یہ حج بیت اللہ پر ظالمانہ قدغن سے پانچ سال پہلے کی بات ہے۔ اسی سال بہت سے احمدیوں کو حج ادا کرنے کی توفیق ملی۔حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے بھی اُسی سال شاہ فیصل کے شاہی مہمان کی حیثیت سے حج کیا۔

بعض دیگر شمائل اور مناقب کا ذکر

متفرقات میں، عاجز یہاں محترم ملک صاحب مرحوم کی بعض خصوصیات کا ذکر کرنا چاہتا ہے۔محترم ملک صاحب موصی تھے۔انہیں 1945ء میں وصیت کی توفیق ملی۔ بالفاظ دیگر انہیں 15 سال کی عمر میں یہ سعادت نصیب ہوگئی۔ان کی اہلیہ مرحومہ محترمہ مبارکہ صاحبہ بھی موصیہ تھیں۔ وہ ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔

محترم ملک صاحب کا ایک اور وصف جس کا مجھ پر گہرا اثر ہے۔نماز جمعہ کیلئے صف اوّل میں بیٹھنے کا اہتمام و التزام تھا۔ مجھے ڈیلس جماعت کی بعض دینی و تبلیغی تقریبات کیلئے حاضر ہونے کی توفیق ملتی رہی ہے۔ جب بھی جمعہ کے دن وہاں پہنچا۔محترم ملک صاحب کو مسجد میں صفِ اوّل میں ہر بار اُسی جگہ دیکھا۔سفید، براق لباس میں سنن اور نوافل اور ذکرِ الٰہی میں محو۔ایسے خوش لباس، خوش مزاج اور خوش اخلاق بزرگوں کا کردار اور نمونہ نوجوانوں اور بچوں میں خاموشی سے سرایت کرتا رہتا ہے۔افسوس اب وہ کسی اور جہان میں آباد ہیں ع

اب اُنہیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر!

ان کی ایک اور خوبی قبولیتِ دُعا پر یقین تھا۔اس کی جڑیں صداقتِ احمدیت پر یقین سے پیوستہ تھیں۔فرمایا کرتے تھے کہ ہر احمدی خاندان نے قبولیتِ دُعا کے نشانات دیکھے ہیں اور احمدیت کی سچائی کے معجزات اور تائیدی کرامات ملاحظہ کی ہیں۔ یہ چیز بھی ہماری جماعت کی نیکی کا ثبوت ہے کہ ''انجام بخیر کی دُعا'' کی درخواست کرنا ایک تکیہ ءکلام بن چکا ہے۔یہ سچ ہے کہ یہ ایک بہت بڑی دعا ہے۔ محترم ملک صاحب خود ایک متقی، عبادت گزار اور دعا گو بزرگ تھے۔یہ ان کا حُسنِ ظن تھا کہ اس عاجز و عاصی کو بار بار ''انجام بخیر'' کی دُعا کی تحریک فرماتے رہتے۔ جب گزشتہ سال مجھے عمرہ پر جانے کی توفیق ملی تو بار بار یاد دلاتے رہے کہ مقاماتِ مقدّسہ میں دعاؤں میں اُنہیں بھی یاد رکھا جائے۔

محترم ملک صاحب مرحوم کو تبلیغِ حق کا شوق تھا۔غیر از جماعت دوستوں تک پیغام پہنچاتے رہتے۔گزشتہ سال وہ آیتِ قرآنی کے اس مفہوم پر مشتمل ایک دو ورقہ شائع کرنا چاہتے تھے کہ زمینی اور آسمانی آفات، زلازل، سیلاب وغیرہ اللہ تعالیٰ کے کسی مامور کے ظہور کی علامت ہوا کرتے ہیں۔بعض وجوہات کی بنا پر اس کی تکمیل نہ ہو پائی مگر اس سے ان کے جذبہ تبلیغ پر روشنی پڑتی ہے۔

محترم ملک صاحب کو قرآن کریم سے بڑی محبت تھی۔کلامِ الٰہی کی تفسیر جاننے کا شوق تھا۔حضرت اقدسؑ کی کتابیں قرآنی علوم ومعارف کے نادر خزانے ہیں۔ اس لٹریچر کا مطالعہ بڑے غور وفکر سے کرتے رہتے۔عزیزوں اور نوجوانوں کو جب بھی کوئی سوال درپیش ہوتا، بڑی تفصیل سے وضاحت فرماتے۔ملک صاحب کے صاحبزادے منصور احمد صاحب نے بتایا کہ ان کے والد بزرگوار ایک کم گو انسان تھے۔مگر بچوں کو یہ گُر معلوم تھا کہ دین اور جماعت کی کسی بات سے ابتداء کردو، تاریخ اسلام واحمدیت سے متعلق کوئی سوال پوچھ لو۔اس پر ملک صاحب کی زبان رواں ہو جاتی تھی اور پھر ع

رہنے دو ابھی ساغر و مینا میرے آگے

والی کیفیت ہوتی!

مخلص احمدیوں کی پسند ناپسند، رنج وراحت، خوشی وغمی اور دلچسپیوں کے عجیب رنگ ہیں۔دوسروں سے مختلف اور جُدا۔محترم ملک صاحب کے خودنوشت حالات پڑھ کر مجھے اسی سادگی۔خلوص اور محبت کا احساس ہوا۔ایک مقام پر حضرت اقدسؑ کے ان صحابہ کرامؓ کی فہرست دی ہے جن کی زیارت وملاقات کا آپ کو شرف حاصل ہوا۔ ایک اور جگہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے

حضرات وخواتین کی اپنے گھر پر ضیافت اور خدمت پر اظہار مسرت کا ذکر موجود ہے۔'' تاریخ احمدیت کراچی'' میں ایک تصویر موجود ہے جو قیام کراچی کے دوران 15 فروری 1983ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ملک صاحب مرحوم کے مکان پر تشریف آوری کی یادگار ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محترم ملک صاحب کو گوناں گوں برکتوں کو سمیٹنے کے مواقع ملتے رہے ہیں۔

نافع الناس اور خادم دین اولاد

اللہ تعالیٰ نے ملک صاحب کو ایک صاحبزادی اور تین فرزندوں سے نوازا۔ مکرمہ ناصرہ ملک ڈاکٹر ہیں اور خلقِ خدا کو ان سے فیض پہنچ رہا ہے۔ اُن کے تینوں فرزند، منصور احمد ملک، منور احمد ملک اور طاہر احمد ملک ڈیلس میں مقیم ہیں اور اپنے اپنے رنگ میں جماعتی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ مکرم منور احمد صاحب جماعت ڈیلس کے نائب صدر ہیں۔ ان کے علاوہ محترم ملک صاحب نے آٹھ پوتے، پوتیاں اور ایک پڑپوتا یادگار چھوڑا ہے۔ ملک صاحب مرحوم محبت وشفقت کا ایک بحرِ بیکراں تھے۔ میں نے اُن کے پوتوں کو قبرستان میں اپنے دادا کی مفارقت پر روتے ہوئے دیکھا اور اُنہیں دلاسہ دیتے ہوئے صبر کی تلقین کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو محترم ملک صاحب کی نیکیوں اور خوبیوں کو اپنے وجود میں زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے بلکہ ان حسنات کو اگلی نسلوں کو منتقل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حرفِ آخر

ٹیکساس کے ان دو محترم بزرگوں کے مختصر ذکر کا یہاں اختتام ہوتا ہے۔ ایسے پُرانے بزرگوں کا وجود نئی نسل کی روحانی تربیت نیز علمی اور اخلاقی نشوونما کیلئے ایک نعمت ہوتا ہے۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں ان کا نیک نمونہ اور دعاؤں کی برکات، خاموشی سے قلب ونظر میں سرایت کرتی رہتی ہیں۔ دونوں بزرگوں نے 80 سال سے زائد عمر پائی۔ اس کا مطلب ہے کہ بلوغت کے بعد، انہیں پانچ خلافتوں میں سے چار کے ساتھ پینسٹھ سال دیکھنے کا موقع ملا۔ خلفائے عظام کی زیارت و ملاقات سے مشرّف ہوئے، اُن کے خطبات و تقاریر سے مستفیض ہوئے، ان کی ہدایات پر عمل کیا اور تحریکات میں حصہ لیا۔ جماعت کی ترقیات کا ایک لمبا عرصہ اپنی آنکھوں سے دیکھا، ابتلاؤں اور آزمائشوں کے ادوار بھی دیکھے، جو واقعات اور حالات لوگ تاریخ میں پڑھتے ہیں یا پڑھیں گے وہ سب، انہوں نے بچشمِ خُود دیکھے۔ اس قسم کی خصوصیات سے ایسے بزرگوں کا وجود ایک نعمت کا مقام حاصل کر لیتا ہے اور ان کی دائمی مفارقت سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو جاتا ہے جس کے احساس وادراک سے ذہن درج ذیل شعر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے ؎

جو بادہ کش تھے پُرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی!

☆......☆......☆

نور

امتہ الباری ناصر

وہ ذات نور ہے اُس سے ہے کل جہان کا نور
زمیں کا، چاند کا، سورج کا، آسمان کا نور

کہاں نظر میں ہے طاقت کہ اُس کو دیکھ سکے
گمان و وہم سے بالا ہے اُس کی شان کا نور

جب اُس نے چاہا کہ دکھلائے اپنا حسن ہمیں
سمو دیا ہے محمدؐ میں اپنی جان کا نور

ہر ایک حرف سے ظاہر ہے ذات والا صفات
قرآن پاک ہے رحمان کے بیان کا نور

جہاں بھی حق وصداقت کے پھول روشن ہیں
روش روش پہ نمایاں ہے باغبان کا نور

خدایا دل میں بسے صرف تیری ذات کا عشق
جھلکنے ہم سے لگے شاہِ دوجہانؐ کا نور

محترم ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب سابق امیر ساہیوال

ندیم الرحمٰن خان

خاکسار کے والد محترم ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب فیض اللہ چک ضلع گورداسپور انڈیا میں 1914ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم میاں عظیم اللہ صاحب رفیق حضرت مسیح موعود اور والدہ محترمہ بی بی غلام فاطمہ صاحبہ عبادت گزار اور پارسا خاتون تھیں۔

ابتدائی پرائمری تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ سے حاصل کی پھر قادیان دارالامان ہوسٹل میں داخل ہو کر تعلیم الاسلام ہائی سکول سے تعلیم مکمل کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ سے سونے کا تمغہ دینیات میں اول پوزیشن لے کر حاصل کیا۔ قادیان سے تعلیم مکمل کر کے گلینسی میڈیکل کالج (Glancy Medical College) امرتسر انڈیا میں میڈیکل کی تعلیم مکمل کی۔

کچھ عرصہ تک بلوچستان میں سول ملازمت کی اور پھر 1944ء میں کمیشن لے کر فوج کے میڈیکل شعبہ میں بطور ڈاکٹر تعینات ہوگئے۔ جہاں عملی ٹریننگ پونا کے قریب ایک میڈیکل سنٹر سے حاصل کرنے کے بعد قاہرہ میں پوسٹ ہوگئے۔

قادیان میں تعلیم کے دوران آپ کے اساتذہ کرام بیشتر حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء میں سے تھے۔ جن سے آپ نے تربیت پائی۔ ان میں حضرت مولوی محمد دین صاحبؓ، حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب بھٹیؓ، حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ، حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ ماریشس والے، حضرت مولانا رحمت علی صاحبؓ مربی جاوا وسماٹرا، حضرت مولوی محمد علی اظہر صاحبؓ، حضرت مولوی محمد جی صاحبؓ، حضرت چودھری علی محمد صاحب B.A`BT اور دیگر بہت سارے بزرگ۔

اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

اسی طرح آپ کو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے قرآن کے درسوں میں اور بعد میں حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ اور حضرت مولانا سرور شاہ صاحبؓ کے قرآن پاک کے درسوں میں شامل ہونے کا موقع ملا اور اللہ کے فضل سے انہوں نے اس سے بہت فائدہ اٹھایا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء سے تربیت یافتہ تھے۔

قیام پاکستان کے وقت ابا جان دیگر عزیزوں کے ساتھ فیض اللہ چک سے عورتوں بچوں اور مردوں کے قافلہ کو بحفاظت لے کر پہلے قادیان اور پھر وہاں سے لاہور آ گئے۔

یہاں ایک ہندو ڈاکٹر کا متروکہ کلینک الاٹ کروا کر پریکٹس کرنا چاہتے تھے کہ اپنے میڈیکل کالج کے سابق پرنسپل سے ملاقات ہوگئی اور ان کے اصرار پر میو ہسپتال لاہور بطور میڈیکل ڈاکٹر ڈیوٹی جوائن کر لی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو مہاجرین کی بے لوث خدمت کی توفیق بخشی جو نامساعد حالات کی وجہ سے مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا تھے۔

اپنی خودنوشت سوانح میں آپ لکھتے ہیں:۔

’’صبح سات بجے ناشتہ کے بعد خاکسار گھر سے نکل جاتا اور شام چار پانچ بجے تک شدید مصروفیت رہتی اور ہسپتال سے باہر جانا ممکن نہ ہوسکتا کیونکہ لوگ غریب الدیار اور مفلس تھے اس لئے ان کی زیادہ محنت اور کوشش سے دلجوئی اور علاج کرنا ہوتا تھا۔‘‘

31 مارچ 1948ء کو ڈاکٹر صاحب سروس چھوڑ کر ساہیوال آ گئے یہاں ایک سکھ ڈاکٹر دھیان سنگھ کا متروکہ کلینک ان کو الاٹ ہو گیا اور پریکٹس شروع کر دی۔

منٹگمری (ساہیوال) اپنی میڈیکل پریکٹس کے دوران بہت جلد آپ کے وسیع تعلقات اپنے اعلیٰ اوصاف کی وجہ سے ہر قسم کے طبقہ کے ساتھ ہوگئے۔ بہت جلد آپ کی شہرت دور ونزدیک پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق علاج معالجہ کے لئے آپ کے پاس آنے لگے خدا تعالیٰ نے آپ کو دست شفا سے نوازا تھا جس کا آپ نے بنی نوع انسان کو خوب فائدہ پہنچایا۔

ضرورت مندوں کو مفت دوا دیتے تھے بلکہ ساتھ مالی مدد بھی کرتے تھے۔ رات کو صرف آپ ہی اٹھ کر مریض دیکھنے جاتے اور اس خدمت کو عبادت سمجھتے

تھے۔آپ کی پریکٹس اتنی زیادہ تھی کہ صبح سے شام تک آپ کو کھانے کی فرصت بھی نہیں ملتی تھی۔ آپ کا کلینک جدید میڈیکل آلات ومشینری سے آراستہ تھا۔ ساہیوال آنے کے بعد اپنی خوبیوں کی وجہ سے چونکہ وسیع تعلقات قائم ہو گئے تھے جو دیگر عزیز و اقارب کے لئے بھی بہت معاون ثابت ہوئے۔

ڈپٹی کمشنر صاحب نے آپ کو ساہیوال شہر سے متصل عارف والا روڈ پر نہایت عمدہ پانچ مربع اراضی الاٹ کر دی۔ محترم ابا جان نے گھر آ کر دادا جان حضرت میاں عظیم اللہ صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا جس علاقہ سے ہم نے ہجرت کی اس علاقہ میں ہماری اراضی اکٹھی تھی جس میں میرے بہن بھائیوں کی اراضی شامل تھی اور ایک عرصہ تک سب کی نگرانی میں ہی کرتا رہا اب وہ مہاجر ہو کر پاکستان آ کر مختلف جگہوں پر بکھر گئے ہیں کچھ لاہور میں کچھ کراچی میں، کچھ راولپنڈی اور پشاور میں۔ خدا تعالیٰ نے تم کو یعنی (ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب) کو توفیق دی ہے کہ تم ان کے لئے اراضی حاصل کر سکتے ہو۔ وہ تو موجودہ صورت میں خود کوشش نہیں کر سکیں گے اس لئے جہاں بھی اراضی حاصل کرو سب کے لئے اکٹھی کرو۔

محترم ابا جان نے دادا جان کی خواہش کے مطابق اس وقت کے ڈپٹی کمشنر مشتاق احمد چیمہ صاحب A.D.C چوہدری محمد اکبر صاحب افسر مال تیمور شاہ صاحب کا شکریہ ادا کر کے کہا کہ میرے والد صاحب کی خواہش ہے کہ ہم ایک ہی جگہ اراضی الاٹ کروائیں۔ اس لئے میں یہ اراضی واپس کرتا ہوں۔ اس پر افسران حیران بھی ہوئے اور کہا کہ پھر تو دور جانا پڑے گا کیونکہ یہاں پر تو اتنی ہی اراضی ہے۔

چنانچہ ابا جان کہا کرتے تھے کہ اپنے والد صاحب کے حکم کی تعمیل میں اتنی قیمتی اراضی چھوڑنے کا کبھی افسوس تک نہیں ہوا بلکہ خوشی اس بات کی ہے کہ والد صاحب محترم کی خواہش پوری کرنے کی توفیق ملی۔

محترم ابا جان کو محترم چوہدری محمد شریف صاحب سابق امیر ضلع ساہیوال اپنے بھائی محترم کی بیماری کی وجہ سے 1962ء سے 1966ء تک قائم مقام امیر ساہیوال مقرر کرتے رہے۔ پھر 1966ء سے کچھ عرصہ کے علاوہ آپ بطور امیر جماعت خدمت انجام دیتے رہے۔ یہ عرصہ چار دہائیوں پر محیط ہے۔ اس کے علاوہ آپ ناظم انصار اللہ ضلع ساہیوال بھی خدمت انجام دیتے رہتے۔ مختلف اوقات میں قائد خدام الاحمدیہ اور قاضی کے عہدہ پر بھی کام کیا۔

ساہیوال جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت متحرک اور فعال تھی۔ اس عرصہ میں خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد بہت سارے جید علماء اور بزرگ گاہے گاہے ساہیوال تشریف لاتے رہتے تھے۔ خاندان مسیح موعودؑ اور مرکزی بزرگان کا بہت احترام کرتے اور میزبانی میں بہت راحت محسوس کرتے اور ان کی آمد پر پورا وقت ان کے ساتھ صرف کرتے۔ بیشتر بزرگان کے آنے پر اپنے گھر کے وسیع لان میں غیر از جماعت معززین کو مدعو کر کے جماعتی تقریبات اور مجالس عرفان منعقد کرتے اور بزرگان کی آمد پر بہت سے مواقع دعوت الی اللہ کے میسر آتے۔ ابا جان کا گھر ان مہمانوں کے لئے نہ صرف رہائش بلکہ دیگر جماعتی تقریبات کے لئے بھی ہر وقت حاضر تھا اور اس طرح اس گھر کو بزرگان کی آمد کی وجہ سے خوب برکت ملی۔

وسعت حوصلہ کے ساتھ شفقت علیٰ خلق اللہ کی صفت بھی آپ کی ذات کا نمایاں امتیاز تھا۔ جس کی وجہ سے لوگ ہمیشہ آپ کی طرف کھنچے چلے آتے۔ بے شمار لوگوں کی نہایت راز داری سے مالی مدد کرتے۔ اکثر ضرورت مندوں کی ان کے گھروں میں جا کر خاموشی سے امداد کرتے۔

اسی طرح اپنے چندوں میں ہمیشہ سب پر سبقت لے جاتے اور سب سے پہلے ادائیگی کا انتظام کرتے۔ خلیفہ وقت کی ہر تحریک پر سب سے پہلے لبیک کہتے۔

جماعتی پیسوں کو بہت زیادہ احتیاط سے خرچ کرتے۔ حتیٰ کہ جماعتی گرانٹ کو اپنے جماعتی کاموں پر خرچ نہ کرتے اور جماعتی کاموں کے لئے اخراجات اپنی جیب سے کرتے۔ اس جماعتی امانت کی حفاظت ہمیشہ پوری زندگی کی اور دوسروں کو بھی تلقین کرتے رہتے تھے۔

آپ کو نصف صدی سے زائد خدمت جماعت کی توفیق ملی جون 1965ء میں حضرت سیدنا حافظ مرزا ناصر احمد صاحب بطور صدر انصار اللہ پاکستان تشریف لائے تو ساہیوال جماعت کی تنظیم اور بیت الحمد دیکھ کر بہت خوش ہوئے جو بہت فراخ تھی اور اعلیٰ رنگ وروغن سے مزین تھی۔

دورے سے واپسی پر حضور نے ساہیوال جماعت کو بعض پروگراموں کے لئے پاکستان کی دیگر دس بڑی جماعتوں میں شامل فرما دیا۔

ساہیوال بیت الحمد پر 1984ء میں مخالفین نے حملہ کیا جس کے نتیجہ میں دو حملہ آور ہلاک ہو گئے دشمن نے ان حالات کا بھرپور فائدہ اٹھانا چاہا اور حالات مخدوش

کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن خدا تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی اور ابا جان نے بھی نہایت دلیری اور حکمت سے جماعت ساہیوال کی راہنمائی کی اور ان پُر آشوب حالات میں سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی دعاؤں کے طفیل نکل گئے۔ آپ کے ذاتی تعلقات اس وقت کے آئی جی پولیس پنجاب کے ساتھ بھی تھے جو ساہیوال کے رہائشی تھے اور ابا جان ان کی فیملی کا علاج معالجہ بھی کرتے تھے۔ انہوں نے بھی بہت مدد کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

تمام اسیران کی بھی اللہ تعالیٰ نے رستگاری فرمائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مورخہ 3 مارچ 1985ء کو اپنے دست مبارک سے تحریر فرمودہ خط میں ابا جان کو تحریر فرمایا:

''ابتلاء کے اس دور میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہترین پُر حکمت، پُر ولولہ اور پُر خلوص خدمت کی توفیق بخشی ہے''۔

حضور نے مزید اپنے خط مورخہ 3 فروری 1986ء میں تحریر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ابتلاء سے کامیابی سے پار کیا ہے۔ اور تاریخ احمدیت میں دائمی مقام عطا کیا ہے۔'' ابا جان کو اللہ تعالیٰ نے چار خلفاء کے ساتھ کام کرنے کا شرف عطا فرمایا۔ خدا کے فضل سے اپنی محنت، دیانتداری دعاؤں سے خوب ان کی محبت کو جذب کیا اور یوں ان کی دعاؤں کے مورد بنے۔

خلفاء کے احکامات کو دل و جان سے مقدم رکھتے اور جب تک ان کی منشاء پوری نہ ہوتی آپ چین سے نہ بیٹھتے۔

1983ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے قواعد وصیت پر نظر ثانی کے لئے ایک کمیٹی قائم فرمائی تو آپ کو اس کمیٹی کا صدر مقرر فرمایا۔ جس میں جید بزرگ اور علماء شامل تھے۔ فرمایا کرتے تھے سب معلوم ممبران علم و دانش میں مجھ سے بڑھ کر ہیں نہ معلوم مجھے کیوں حضور نے صدر مقرر فرما دیا ہے۔

تین سال تک اس کمیٹی کی بیسیوں میٹنگز ہوئیں اور انتہائی عرق ریزی کے بعد اس کام کو مکمل کر کے سفارشات حضور کی خدمت میں بھجوائیں۔

1974ء میں جب جماعت احمدیہ کے خلاف ایک سازش کے تحت حالات خراب کئے گئے تو اس کے نتیجہ میں جماعت کے لئے بہت سارے مسائل پیدا کئے گئے۔ جن میں سے ایک مسئلہ الگ قبرستانوں کا پیدا ہوا۔

آپ نے ساہیوال میں اڑھائی ایکڑ رقبہ الاٹ کروایا جو نہایت با موقع میونسپل حدود کے اندر برلب پختہ سڑک نہایت قیمتی زمین ہے۔

شروع میں اس کی دیکھ بھال اور خاردار تار وغیرہ کا بوجھ بھی جماعت پر نہیں پڑا اور اس طرح زمین کی خرید اور دیگر ضروریات پر جماعت کا قیمتی سرمایہ محفوظ رہا۔

پہلی مسجد سیل ہو جانے کے بعد متبادل کے طور پر دوسری مسجد تعمیر کروائی جس کی ابتدائی زمین مکرم ملک نصیر احمد صاحب مرحوم نے بطور عطیہ پیش کی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے آمین۔ پھر اس سے ملحق تین مکان اور خریدے گئے پھر مزید اس کے ساتھ تقریباً ایک کنال جگہ بھی خرید لی گئی۔ تعمیر وغیرہ کے کاموں میں مکرم رانا مبارک علی صاحب نے بہت تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جزا دے۔ آمین

ابا جان قرآن مجید، احادیث نبوی اور حضرت مسیح موعود کی کتب کا گہرا علم رکھتے تھے۔ دعوت الی اللہ کی ایک لگن اور شوق تھا اور کوئی موقعہ بھی حکمت کے ساتھ اس فریضہ کی ادائیگی کی راہ میں روک نہ تھا۔

ذاتی نمونہ اس فریضہ میں بہت مددگار تھا اور اس طرح بیسیوں افراد کو ان کے ذریعہ سے قبولِ حق کی توفیق ملی۔ فلاحی کاموں میں ہمیشہ مستعد رہتے۔ چند سال پہلے تک اپنے گاؤں میں میڈیکل کیمپ لگائے جس میں ہم سب کو بھی شامل کرتے۔

وہ مریض کا معائنہ کر کے نسخہ تجویز کرتے اور ہم دوائیں وغیرہ دینے میں مدد کرتے اور اس طرح خدمت خلق کے حوالہ سے ہماری تربیت بھی ہو جاتی۔

کئی دوستوں نے ان کی وفات کے بعد ذکر کیا کہ ہمارے ذریعہ سے بھی ضرورت مندوں کی مدد کرتے تھے یا اگر ہم کسی مستحق کو دوا کے لئے بھیجتے تو دوا بھی مفت دیتے اور مالی مدد بھی کرتے۔

ایک غریب موچی جس کو اپنا کام کرنے کے لئے کہیں کوئی بیٹھنے نہ دیتا تھا اپنے کلینک کے عین آگے نہ صرف جگہ دی بلکہ شام کو وہ اپنا سامان بھی آپ کے کلینک میں رکھ کر جاتا تھا اس کی بھی مالی مدد کرتے تھے۔

اپنی وفات سے دو ماہ قبل اپنے گاؤں میں برلب پختہ سڑک اپنے باغ کی قیمتی زمین میں سے ایک فلاحی ہسپتال اپنے پیارے نواسے دانیال چوہدری مرحوم کی یاد میں قائم کیا۔ جس میں مرحوم دانیال کے والدین نے بھی وافر طور پر حصہ لیا۔ اب سارے خاندان کا فیصلہ اس ہسپتال کو اور آگے بڑھانے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

اس ہسپتال میں کوالیفائیڈ ڈاکٹر اور سٹاف کام کر رہا ہے اور اب یہ علاقہ بھر کے

مستحق افراد کی بلا تمیز رنگ ونسل مفت دوا اور چیک اپ سے مدد کر رہا ہے۔ آپ کی 60 سالہ میڈیکل اور فلاحی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ایمنسٹی انٹرنیشنل نے آپ کو 2003ء میں ایوارڈ بھی دیا۔

کتنے ہی پُر آشوب حالات ہوئے آپ میں کبھی بھی گھبراہٹ نہیں دیکھی گئی آپ کی طبیعت میں بہت دلیری اور اعلیٰ درجہ کا توکل علی اللہ تھا۔

1974ء میں جب دشمن احمدیوں کے گھروں پر حملے کر رہا تھا۔ گھروں کو آگ لگاتا اور گھروں کے اندر خود ساختہ بم بنا کر پھینکتا تھا۔ آپ رات کو اپنی کار میں دوستوں کے گھروں پر جا کر ان کی حوصلہ افزائی کرتے اور ہمت بندھاتے تھے۔

1974ء کا واقعہ ہے ایک دفعہ جب حالات نہایت درجہ مخدوش تھے اور آپ کی کلینک کی بھی غیر از جماعت نگرانی کر رہے تھے، ان دنوں آپ کلینک ضرور جاتے تا کہ غیر یہ نہ سمجھے کہ احمدی ڈر گئے ہیں۔

آپ ایک دن اپنی کار میں جب کلینک سے گھر واپس جانے کے لئے نکلے اور ایک سڑک پر مڑے تو سامنے سے نعرے لگاتا اور بینر لہراتا مخالفین کا جلوس آ رہا تھا۔ آپ نے اپنے بیٹے حمید الرحمٰن کو جو گاڑی چلا رہے تھے ہدایت دی کہ بیٹا گاڑی کو سڑک کے درمیان میں رکھنا اور آہستہ سپیڈ میں چلتے رہنا۔ اگر وقت آزمائش کا آ گیا ہے تو خدا تعالیٰ مالک ہے۔

جیسے جیسے جلوس نے آپ کی کار بڑھتی ہوئی دیکھی ان میں کچھ گھبراہٹ پیدا ہوئی اور جیسے ہی آپ کی کار مزید قریب گئی انہوں نے بینر لپیٹ لئے اور آدھے لوگ دائیں کنارے پر ہو گئے اور آدھے لوگ بائیں کنارے پر اور بالکل خاموش ہو گئے۔ کار درمیان میں سے گزر گئی اور جب تک کافی دور نہیں چلی گئی کوئی نعرہ بھی کسی نے نہ لگایا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے نصرت بالرعب کا نظارہ دکھایا۔ خدا تعالیٰ باوجود دشمنی کے بعض دفعہ دشمن کو آپ کی مدد لینے کے لئے مجبور کر دیتا۔

ایک دفعہ ایک صاحب کو جماعت مخالف تحریک میں پکڑ کر جیل بھیج دیا۔ کافی بااثر شخص تھے۔ ان کو جیل میں درد گردہ کی شدید تکلیف ہو گئی۔ انہوں نے جیل حکام سے مطالبہ کیا کہ مجھے ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب کے پاس لے کر چلو۔

جیل حکام نے تعجب کا اظہار کیا کہ تم انہیں کے خلاف تحریک میں پکڑے ہوئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے تو صرف انہی کی دوا سے آرام آتا ہے۔ چنانچہ ابا جان کو بلایا گیا اور انہوں نے چیک کر کے دوا دی اور اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی۔

آپ نے اپنی سروس کے دوران آنکھوں کے مشہور سرجن ڈاکٹر ہنری ہالینڈ Dr.Sir Henry Holland سے آنکھوں کا کام سیکھا تھا۔ بعد میں اپنی پریکٹس کے دوران ہمیشہ رفاہ عامہ کے طور پر آنکھوں کا علاج فری کیا کرتے تھے۔ ابا جان بچوں کی تربیت نہایت احسن انداز میں کرتے جس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام بچے نماز، قرآن کے پابند ہو گئے۔ کبھی بھی بے جا سختی نہ کرتے۔

محترم ابا جان وقت کی پابندی بھی التزام سے کرتے۔ نماز جمعہ کے لئے بھی ہمیشہ اول وقت پہنچتے اکثر دفعہ شادی بیاہ پر کارڈ پر دیئے وقت کے مطابق پہنچ جاتے جبکہ میزبان ابھی تیار بھی نہ ہوتے۔ حتی الوسع اپنا کام خود کرنے کی کوشش کرتے۔ اگرچہ ہم پاس بیٹھے ہوتے پھر بھی کوشش یہی کرتے کہ میں اپنا کام خود کروں اور کوئی چیز لینی ہے تو خود اٹھ کر لیں۔ اگر ہم دیکھ لیتے تو کوشش کرتے کہ ہم ان کا یہ کام پہلے اٹھ کر کر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں ذہن رسا دیا تھا۔ حافظہ کمال کا تھا اور اللہ کے فضل سے وفات تک یہی حال تھا۔ اپنی ایک خود نوشت سوانح بھی تحریر کی جو صرف حافظہ سے قلم بند کی۔

خدا تعالیٰ پر کمال توکل تھا۔ بہت دعا گو تھے ہمیں بتایا کرتے تھے کہ میں نے نویں کلاس سے نماز تہجد کی ادائیگی شروع کی تھی جس کی خدا کے فضل سے تمام عمر پابندی رکھی جس پر ان کی دادی جان نے ایک جائے نماز تحفہ میں دیا جس کا ذکر خوشی سے کرتے تھے اور نماز اشراق بھی باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتے تھے اور کبھی ناغہ نہیں کیا۔

کمزور طبیعت کے باوجود بھی روزہ رکھنے کا التزام کرتے اور اگر ہم کہتے فدیہ دے دیں تو وہ بھی دے دیتے اور کہتے کہ مزید ثواب ہو جائے گا۔ بہت صابر شاکر اور سادہ زندگی بسر کرنے والے تھے۔ عاجزی اور انکساری بہت زیادہ تھی اور چھوٹی عمر کے بچوں کی بھی عزت نفس کا بہت خیال رکھتے۔

غیر از جماعت معززین نے بھی ان کی وفات کو پورے علاقے کا نقصان قرار دیا ہے اور بہت بڑی تعداد میں غیر از جماعت معززین تعزیت کے لئے تشریف لائے اور اپنے اپنے ساتھ ان کے شفقت کے واقعات سنا کر خراج تحسین پیش کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے ابا جان کو دو دفعہ حج کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔1959ء میں ہماری والدہ کے ساتھ اور پھر 1961ء میں دادی صاحبہ کے ساتھ۔ دوران حج حاجیوں کو بلا معاوضہ طبی امداد فراہم کرتے رہے۔حکومت نے آپ کو حج فلائیٹ کا امیر بھی مقرر کیا۔ بتاتے تھے کہ محض اللہ کے فضل سے خانہ کعبہ کے اندر بھی نوافل ادا کرنے کی توفیق ملی۔

1997ء حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے گیمبیا (ویسٹ افریقہ) سے احمدیوں کے انخلاء کے لئے برادرم محترم لطف الرحمٰن خان صاحب کو ارشاد فرمایا۔ برادرم لطف الرحمٰن خان صاحب نے وینکوور کینیڈا سے حضور کا حکم خاکسار کو جو اس وقت ریپبلک آف گنی (ویسٹ افریقہ) میں مقیم تھا پہنچایا۔نہایت اہم ذمہ داری تھی جو ہر قسم کی احتیاط کی متقاضی تھی۔تفصیل لمبی ہے مختصراً خاکسار کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ اہم ذمہ داری نبھانے کی توفیق ملی۔الحمدللہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے براہ راست زیر ہدایت گنی ایئر کے بوئنگ 737 جہاز چارٹر کر کے 62 افراد پر مشتمل قافلہ کو وہاں سے حفاظت سے نکالنے کی توفیق ملی اور یہ محض حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔

اس سارے عرصہ میں محترم ابا جان دعا کرتے رہے اور ہمت بڑھاتے رہے۔ انخلاء کے بعد بہت خوشی کا اظہار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے قافلہ کو خیر و عافیت سے نکالا اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے جماعتی خدمت کی توفیق دی۔چنانچہ حضور نے اپنے خط تحریر کردہ مورخہ 15 ستمبر 1997ء میں فرمایا:

''گیمبیا کے سلسلہ میں آپ کے خاندان نے تاریخ ساز خدمت کی ہے۔''

ایک مشہور احراری لیڈر نے 1953ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف تقریر کی اور اس میں یہ بھی کہا کہ ڈاکٹر عطاء الرحمٰن سے دوا نہ لینا وہ اس میں زہر ڈال دے گا اللہ تعالیٰ کا کرنا کیا ہوا کہ مفتی صاحب کی طبیعت بگڑ گئی اور انہوں نے کہا کہ مجھے ڈاکٹر عطاء الرحمٰن کے پاس لے چلو۔ابا جان کو خدام کے ذریعہ سے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ مفتی صاحب نے کیا تقریر کی ہے۔خیر انہوں نے مفتی صاحب کا چیک اپ کیا اور کہا کہ مفتی صاحب آپ کو یاد ہو گا رات کو آپ نے تقریر میں کہا تھا کہ میں زہر دے دوں گا۔

مفتی صاحب فوراً بولے آپ کے ہاتھ سے تو مجھے زہر بھی منظور ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک امام مسجد جو جماعت کے خلاف تقاریر کیا کرتے تھے۔ جماعت کے چونکہ کافی مخالف تھے اور یہ ان کا معمول تھا۔ایک دن ان کا بچہ شدید بیمار ہو گیا۔انہوں نے کافی علاج معالجہ کروایا لیکن افاقہ نہ ہوا اور طبیعت نہ سنبھلی۔ کسی ان کے ملنے والے نے مشورہ دیا کہ آپ نے ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب کو بچہ دکھایا ہے۔انہوں نے کہا کہ مجھے تو شرم آتی ہے آپ میری بیوی اور بچے کے ساتھ ان کے پاس چلے جائیں۔ چنانچہ وہ شخص ان کی بیوی اور بچے کو لے کر ابا جان کے پاس آ گیا اور سارا ماجرا بھی کہہ سنایا کہ فلاں امام صاحب کا بچہ ہے۔خیر ابا جان نے اس کو دیکھا اور دوا وغیرہ تجویز کر دی۔اللہ کا کرنا بچہ کی حالت سنبھل گئی۔اگلے روز وہ امام مسجد خود بھی آ گئے اور اس طرح بچہ کو شفا دے کر اللہ تعالیٰ نے ان کو نشان دکھلایا۔

ایک دفعہ بیماری کی وجہ سے زبان پر کچھ وقت کے لئے اثر ہوا تو بعد میں خاکسار کو بیان کیا کہ میں نے اس وقت دعا کی کہ یا الٰہی معذوری سے بچانا اور نصف گھنٹہ کے اندر زبان بالکل صاف ہو گئی اور پھر آخر وقت تک خدا کے فضل سے کوئی اثر نہ تھا۔

اللہ کے فضل سے آپ کی ساری اولاد نیک اور دیندار ہے اور جماعت احمدیہ کی خدمت گزار اور خلیفہ وقت کے ساتھ انتہائی عقیدت اور محبت کا تعلق رکھنے والی ہے۔

سب خدا تعالیٰ کے فضل سے صاحب حیثیت ہیں اور سب نے محترم ابا جان کی حتی المقدور بہت خدمت کی کوشش کی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ میں بہت پیارے انداز میں ابا جان کی صفات کا ذکر کیا اور نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

آخر میں درخواست دعا ہے کہ مولا کریم ابا جان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔آمین

نجات کے واسطے اعمال کی ضرورت ہے

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

صدق اور عاجزی کام آتی ہے مگر یہ کسی کا اختیار نہیں ہے کہ کسی کو ہاتھ ڈال کر سیدھا کر دیوے۔ ہر ایک انسان کی نجات کے واسطے اس کے اپنے اعمال کا ہونا ضروری ہے۔ بوستاں میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک اہل اللہ کو کہا کہ میرے لئے دُعا کرو کہ مَیں اچھا ہو جاؤں۔اس نے جواب دیا کہ میرے ایک کی دُعا کیا کام کرے گی جبکہ ہزاروں بے گناہ قیدی تیرے لئے بددُعا کرتے ہیں۔اُس نے یہ سن کر تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 317)

سچائی کی اہمیت

ارشادات حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفتہ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

گامزن ہوگے رہِ صدق و صفا پر گر تم
کوئی مشکل نہ رہے گی جو سر انجام نہ ہو
(کلام محمودؓ)

" نوجوانوں میں اِن باتوں کو پیدا کرنے کی کوشش کریں ان میں جھوٹ کی عادت نہ ہو۔غیبت کی عادت نہ ہو۔چغل خوری کی عادت نہ ہو۔ظلم کی عادت نہ ہو دھوکہ اور فریب کی عادت نہ ہو۔غرض جس قدر اخلاق ہیں وہ ان میں پیدا ہو جائیں اور جس قدر بدیاں ہیں اُن سے بچ جائیں تا کہ وہ قوم کا ایک مفید جسم بن سکیں۔۔۔اگر کسی قوم میں اخلاقِ فاضلہ پیدا ہو جائیں تو اُس کے افراد کی نظر اُسی طرح تیز ہو جاتی ہے۔غرض قربانی اور ایثار کا مادّہ ایسی چیز ہے جو انسان کی ہمّت کو بڑھاتا ہے۔اور سچ بولنا ایک ایسا وصف ہے جو انسان کا وصف قائم کرتا ہے۔اور محنت کی عادت ایک ایسی چیز ہے جو کام کو وسعت دیتی ہے۔اور جب کسی شخص میں یہ اخلاقِ فاضلہ پیدا ہو جائیں تو ایسا آدمی ہر جگہ مفید کام کر سکتا اور ہر شعبہ میں ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ "

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28فروری 1941ء)

"سچ کے بغیر اخلاق درست نہیں ہو سکتے۔۔۔بہترین اخلاق جن کا پیدا کرنا کسی قوم کی زندگی کے لئے نہایت ضروری ہے وہ سچ اور دیانت ہیں۔جس قوم میں سچ پیدا ہو جائے اور جس قوم میں دیانت آجائے وہ قوم کبھی ذلیل نہیں ہو سکتی۔اور نہ کبھی غلام بنائی جا سکتی ہے۔سچائی اور دیانت دونوں کا فقدان ہی کسی قوم کو غلام بناتا ہے۔ "

(الفضل 15مارچ 1939ء)

"بچوں میں تین بنیادی عادات پیدا کر دی جائیں جن کے نتیجہ میں محنت کی عادت، سچ کی عادت اور نماز کی عادت ان میں پیدا ہو جائے۔اگر یہ تین عادتیں ان میں پیدا کر دی جائیں تو یقیناً جوانی میں ایسے بچے بہت کارآمد اور مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔۔۔سچ کے بغیر اخلاق درست نہیں ہو سکتے جس قوم میں سچ نہیں، اس قوم میں اخلاق فاضلہ بھی نہیں۔"

(الفضل 22اپریل 1938ء)

آپؓ والدین کو بچوں کی تربیت کے طریق کے متعلق نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"عام طور پر ماں باپ بچہ کو جھوٹ بولنا سکھاتے ہیں۔ماں نے بچہ کے سامنے کوئی کام کیا ہوتا ہے مگر جب باپ پوچھتا ہے تو کہہ دیتی ہے میں نے نہیں کیا۔اس سے بچہ میں بھی جھوٹ بولنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔میرا یہ مطلب نہیں کہ بچہ کی غیر موجودگی میں ماں باپ یہ کام کریں بلکہ یہ مطلب ہے کہ جو ہر وقت ان عیبوں سے بچ نہیں سکتے وہ کم سے کم بچوں کے سامنے ایسے فعل نہ کریں تا مرض آگے نسل کو بھی مبتلا نہ کرے۔"

(منہاج الطالبین انوار العلوم جلد 9صفحہ 201تا 207)

اللہ تعالیٰ دُعا سے ناراض نہیں ہوتا

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

زلزلہ کے بارے میں مَیں نے یہ توجہ نہیں کی کہ کب اور کس وقت واقع ہوگا، کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں اخفاء چاہتا ہے۔انسان کے ملکی رازوں میں بھی اخفاء ہوتا ہے۔ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے کاموں میں بھی اخفاء ہوتا ہے، اس واسطے میں ڈرتا ہوں کہ اس کے متعلق زیادہ دریافت کرنے کی کوشش کرنا کہیں بیہودگی نہ سمجھی جاوے۔تاہم اللہ تعالیٰ غفورٌ رحیم ہے۔وہ دُعا کرنے سے ناراض نہیں ہوتا۔لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا کہ اگر تو فلاں شخص کے متعلق ستّر دفعہ بھی دُعا کرے تب بھی قبول نہ ہوگی تو آنحضرت ﷺ نے کہا کہ میں ستّر سے بھی زیادہ دفعہ دُعا کروں گا۔ایسا ہی حضرت ابراہیمؑ نے قومِ لُوط کے متعلق مجادلہ کیا۔حالانکہ مجادلہ کرنا سوء ادب ہے کیونکہ مجادلہ میں بے دلیل درخواست ہوتی ہے لیکن چونکہ یہ دُعا کا رنگ تھا۔خدا تعالیٰ نے اس کو ناپسند نہیں فرمایا۔(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 6)

وقفِ نہاں اور میرے ابا جان!

چوہدری محمد اشرف صاحب کی زندگی کی کچھ یادیں

عفت چودھری، ورجینیا

یہ خدا تعالیٰ ہی کا فضل وکرم تھا کہ ابا جان نے اپنی زندگی کی ۹۳ بہاریں دیکھیں اور اپنی اس لمبی زندگی میں اپنے بچوں اور پھر اُن کے بچوں کو پھلتا پھولتا دیکھا۔اوران کی خوشیاں دیکھیں۔

میرے والد صاحب کا نام چوہدری محمد اشرف تھا اور انکی وفات فروری ۲۰۱۰ میں ہوئی۔ہم سب اور ہمارے بچے بھی انہیں ابا جان ہی کہہ کر پکارتے تھے۔غرض یہ کہ وہ پورے کنبے کے ابا جان تھے۔ ہر بچے اور بڑے کے لیے ابا جان، جان سے زیادہ عزیز تھے۔

ابا جان کا زندگی گذارنے کا تمام عمر کچھ ایسا ڈھنگ رہا کہ میرے ذہن پر بے شمار سوالات چھوڑ دیے۔سوچتی ہوں کہ کیا وہ واقفِ زندگی تھے یا اسے کیا نام دوں؟ اُن کا متوکل پرسکون چہرہ ابھی بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔اپنی زندگی کے آخری دنوں میں بیماری کے باوجود کسی کے بھی پوچھنے پر ہمیشہ یہی جواب ہوتا۔الحمدللہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔اور مسکراتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر عطا کی گئی نعمتوں کو گنوانے لگتے جن کی ایک لمبی لسٹ ہوتی۔ ہر چیز کے لیے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر بجالاتے۔اپنی زندگی میں، اُن کے قول وفعل سے بچوں کی تربیت میں، کسی سے دوستی میں، رشتہ داروں سے تعلق میں صرف اور صرف دینی عنصر نمایاں ہوتا۔

میں ذاتی طور پر جب بھی واقفِ زندگی کے حالات کتابوں رسالوں وغیرہ میں پڑھتی ہوں۔تو دل رشک سے بھر جاتا ہے۔کہ کیا ہی وہ زندہ لوگ ہیں۔وہ تو دنیا سے چلے گئے مگر اُن کی زندگیوں کے واقعات روزِ روشن کی طرح ہمارے سامنے ہیں۔جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اور جسقدر واقعات ابا جان کی زندگی کے مجھے یاد ہیں۔یوں لگتا ہے کہ وہ سراپا وقف تھے۔اپنے مسیح علیہ السلام کی تعلیم کے لیے۔اپنے بچوں میں دینِ احمد ﷺ قائم کرنے کے لیے۔آج وہ ہم میں نہیں ہیں۔مگر اُن کا پڑھایا ہوا سبق اُن کی اولاد میں زندہ جاوید ہے۔وہ ایک شفیق باپ تھے۔شاید کے انہوں نے زمین پر چلتے ہوئے زمین کے سینہ کو بھی نہیں دُکھایا ہوگا۔مگر ہماری کسی بھی دینی کمزوری یا سُستی پر اُن کا منہ غصّہ سے سرخ ہوجاتا اور تنبیہ کرتے۔سختی سے سمجھاتے۔

میرے والد محترم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے باپ کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔میرے پڑدادا جان اور میرے دادا جان نے بنفسِ نفیس قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔میرے پڑدادا جان کا نام چوہدری غلام رسول تھا۔اور دادا جان کا نام محمد منیر تھا۔یہ خاندان سیالکوٹ کے پاس ایک بڑے گاؤں گھٹیالیاں کے رہنے والے تھے۔پیشہ کے لحاظ سے زمیندار تھے۔اُن کی بیعت کا واقعہ کسی خدائی تحریک کے تحت ظہور پذیر ہوا۔

میں یہاں اُس واقعے کا ذکر ضرور کرونگی۔جو سعید روحوں کو خدائی تقدیر سے اپنے پیاروں کی طرف کھینچ لاتی ہیں۔

میرے پڑدادا ایک بڑے زمیندار تھے اور کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ایک دن علی الصبح حسب معمول کھیتوں میں ہل چلانے کی غرض سے نوکر کو ساتھ لے کر چل پڑے۔نوکر بیلوں کے ساتھ ہل جوت کر کھیت میں چلا گیا۔اور پڑدادا جان کھیت کی منڈھیر پر بیٹھ گئے۔صبح کی سفیدی ابھی نمودار نہیں ہوئی تھی۔آسمان ستاروں سے بھرا پڑا تھا۔ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔پُرسرور منظر تھا۔پڑدادا جان آسمان پر بکھرے ستاروں کو دیکھ رہے تھے۔کہ اچانک اُن کی نظر ایک خاص ستاروں کے جھرمٹ پر پڑی جسکے کچھ فاصلے پر ایک بڑا ستارہ پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔اُسکی چمک کچھ ایسی تھی کہ پڑدادا جان پوری طرح متوجہ ہوگئے۔اُن کے دل میں ایک لہر سی دوڑ گئی۔اور دل آواز دے رہا تھا کہ یہ ترتیب اور یہ ستارہ کسی خاص واقعے کی طرف اشارہ کررہا ہے۔کہ ذہن نے آواز دی یہ کسی موعود کے آنے کی نشانی ہے۔نوکر کو اپنے پاس بلایا اور کہا ان ستاروں کو دیکھو۔اس نے بھی اعتراف کیا کہ یہ کوئی نیا ستارہ ہے۔پڑدادا جان کا دل گواہی

دے رہا تھا کہ یا تو مسیح آج پیدا ہوا ہے اور یا پھر اس نے آج مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

سارے کام وہیں چھوڑ دیے اور نوکر کو تیار کروایا اور سیالکوٹ شہر جانے کو کہا۔ کہ پتہ کر کے آؤ۔ کیا کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ ہوا ہے۔ جب وہ شہر کے main بازار میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ بازاروں میں پنڈت لیکھرام کی طرف سے مخالفت کا شور بپا ہے اور ایک سبز اشتہار بانٹا جا رہا ہے۔ یہ سبز اشتہار بشیر اوّل کی وفات اور بشیر ثانی کی پیدائش کے بارہ میں تھا۔ پنڈت لیکھرام اور دوسرے معاندین کی غلط بیانیوں کے ازالہ کے طور پر شائع کیا گیا تھا۔ اس میں وہ خدائی الہام جو خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے بارہ میں درج تھا۔

میرے پڑدادا جان فوراً ہی رختِ سفر باندھا اور قادیان کی طرف چل پڑے۔ قادیان پہنچ کر پتہ کیا۔ چھان بین کی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی اور بیعت کر لی۔ اسوقت میرے دادا جان بھی اپنے والد صاحب کے ہمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں میرے داداجان پر نازل فرمائے۔ جن کی سعادت کی بدولت ان کی نسل احمدیت جیسی نعمت سے روشناس ہوئی۔ یہاں یہ بھی بتاتی چلوں کہ میرے پڑداداجان دفترِ اوّل کے موصیان میں سے تھے۔ ایک زمیندار پیشہ ہونے کے باوجود چندہ دینے میں پیش پیش ہوتے۔ بلکہ اپنے گاؤں کے لوگوں کو چندہ اکٹھا کرواتے اور انہیں اپنے پاس سے اجناس وغیرہ دے دیتے۔

میرے والد صاحب کوئی تین چار برس کے تھے کہ ان کی والدہ کی وفات ہوگئی۔ دادا جان نے دوسری شادی کر لی جسمیں سے ابا جان کے اور بھی تین بہنیں اور دو بھائی تھے۔ ابا جان بچپن سے ہی منکسر المزاج، نیک خصلت، نہایت ہی فرمانبردار بچے تھے۔ شاید اسی لیے داداجان کو اپنے اس بیٹے سے بہت محبت تھی۔ باقاعدگی سے دادا جان کے ساتھ نماز وغیرہ ادا کرتے۔ جونہی ابا جان بڑے ہوئے میٹرک کا امتحان پاس کیا تو داداجان نے انکی شادی کی ٹھان لی۔

میری امی جان کے والد محترم کا نام چوہدری عبدالقادر تھا۔ پیشہ کے لحاظ سے وکیل تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ گوجرانوالہ کے قریب واقع فیروز والہ گاؤں کے رہنے والے تھے۔ امی جان کی والدہ کی بہت پہلے وفات ہوچکی تھی۔ ان سب بہن بھائیوں کی پرورش امی کی دادی نے کی۔ یہ دونوں خاندان ایک قریبی رشتہ میں منسلک تھے۔ وہ کچھ یوں تھا کہ امی جان کی دادی۔ میرے داداجان کی سگی پھوپھی تھیں۔ اپنے بھائی کی وجہ سے احمدیت قبول کر چکی تھیں۔ مریم بی بی نام تھا۔ مگر امی جان کے دادا جان احمدی نہ تھے۔ امی جان کے والدمحترم کی احمدیت قبول کرنے اور بعد کے واقعات کی کہانی بھی کافی طویل ہے۔ انشاءاللہ پھر کسی شمارہ میں ضرور بیان کرونگی۔

دونوں خاندانوں کی باہمی رضامندی سے امی جان اباجان کا رشتہ طے ہوا اور شادی ہوگئی۔ ابا جان کے پاس تا حال کوئی ملازمت نہ تھی۔ چنانچہ اباجان اپنے چچا چوہدری تذکیر احمد جو ملازمت کے سلسہ میں دہلی میں رہائش رکھتے تھے۔ کے پاس بیوی بچوں کے سمیت چلے گئے۔ اور ملازمت کی کوشش شروع کر دی۔ آخر کچھ تگ ودو کے بعد ڈاکخانہ آفیسر کی ملازمت مل گئی۔ اور بیوی بچوں کے ساتھ بٹالہ رہائش پذیر ہوئے۔

اباجان ایماندار، دیندار، جفاکش، نڈر، خوبرو نوجوان تھے۔ دہلی اور بٹالہ میں قیام کے دوران کچھ بزرگانِ دین کی صحبت حاصل رہی۔ ہندوستان جماعت کی مخالفت کا ان دنوں گڑھ بنا ہوا تھا۔ اس ہوشربا مخالفت کا ابا جان کی طبیعت پر بہت اثر ہوا۔ جوانی کی عمر اور اس قدر بے سروپا شدید مخالفت اباجان کی برداشت سے باہر تھی۔ مگر اسکا ایک اچھا اثر یہ ہؤا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی اباجان کے رگ وجان میں رچ بس گئی۔ اور اباجان حضور کی سچائی اور اُن کی تحریروں کی شان بیان کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ خلافت سے تو فدائیت کی حد تک تعلق تھا۔ سمعنا واَطعنا کا تعلق تھا۔

اسلامی شعار آپکے ہر عمل کا خاصہ تھے۔ ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اباجان کی پکی عادت تھی۔ شاید کہ مجھے بسم اللہ پڑھنا میری پیاری ماں نے سکھایا ہو۔ یا اباجان نے۔ مگر ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی عادت اباجان کو دیکھ کر پڑی۔ اباجان کا وہ چہرہ آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ جب کوئی کام شروع کرتے۔ کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتے۔ تو ہر ایک لفظ انتہائی خلوص سے کوئی تین چار بار ادا کرتے۔ نظریں جھکیں ہوئی ہوتیں اور چہرے پر مسکینی کی بے شمار سلوٹیں پھیلی ہوتیں۔ کہ جیسے اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی سے حاجت بیان کر رہے ہوں۔

بٹالہ میں مقیم ہوئے ابھی کچھ عرصہ گذرا تھا کہ جنگِ عظیم دوئم کا ملک میں شور برپا ہوگیا۔ اباجان بھی اپنے وطن عزیز کی محبت میں فوراً جا کر فوج میں بھرتی ہوگئے۔ اور امی جان مع دو بچیوں کے ان کے دادی دادا کے حوالے کر کے چلے گئے۔ ان حالات میں میں امی جان کی کیا حالت تھی۔ یہ تو کوئی ہمدرد دل

انسان ہی اندازہ لگا سکتا ہے۔ماں باپ تو پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔اب شوہر بھی کوسوں دور محاذِ جنگ پر جا چکا تھا۔

ابا جان کی طبیعت کا ایک خاصہ یہ تھا کہ وہ صحیح معنوں میں ایک متوکل انسان تھے۔اپنے اللہ پر بھروسہ رکھتے اور بے حد مطمئن رہتے ان کی یہ عادت زندگی کے ہر دور میں پوری طرح غالب رہی۔آخر اسی اعتماد پر وہ بیوی بچوں کو اپنے اللہ کے سپرد کر کے چلے گئے جدائی کی ان گھڑیوں میں اللہ تعالی کی آس پر امی جان اکیلے اپنا وقت گزار رہی تھیں۔یہ امی جان ہی کی شائد دعاؤں کا اثر تھا یا خدا کا فضل کہ ابا جان کو فوج میں بھی محاذِ جنگ پر ڈاکخانہ آفیسر کا عہدہ مل گیا۔اور وہ وہاں بڑے آرام سے رہے۔آخر جنگ ختم ہوئی اور فوجی چھٹی پر گھروں کو لوٹے۔ان دنوں ہندوستان میں سیاسی حالات بہت خراب ہو گئے اور پاکستان، ہندوستان کی تقسیم کی تحریک نے بہت زور پکڑ لیا۔اور ابا جان کا واپس ہندوستان جانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ایک دفعہ پھر ابا جان کو ملازمت کی فکر لاحق ہو گئی کافی کوشش کے بعد امی جان کے ایک چچا کے توسط سے فاریسٹ ڈیپارٹمنٹ میں ملازمت مل گئی۔دہلی اور بٹالہ ہندوستان میں قیام کے دوران کئی بزرگانِ دین سے صحبت رہی اور ابا جان دل و جان سے داعی الی اللہ بن چکے تھے۔اس نئی ملازمت کے دوران ابا جان کی تعیناتی دور دراز علاقوں میں کر دی جاتی ان دنوں احمدیت کا نام لینا بھی کسی جرم سے کم نہ تھا۔احمدی ہونے کی وجہ سے جلد جلد ٹرانسفر کر دی جاتی اور اکثر پسماندہ علاقوں میں بھیج دیا جاتا۔یہ خطرہ ہوتا کہ ابا جان کو کوئی دشمن نقصان نہ پہنچا دے مگر یہ مہدی کا پہلوان ڈرنے والا نہ تھا۔چنانچہ اس دوران کئی دلچسپ واقعات رونما ہوئے ان میں سے چند ایک میں آپ کو بتا سکوں گی۔

ایک دفعہ گجرات ضلع کے کسی دور علاقے میں ٹرانسفر ہوئی وہاں آفس میں پہلے ہی خبر پہنچ گئی کہ کوئی مرزائی افسر آ رہا ہے۔پھر کیا تھا ماتحت عملے نے احتجاج شروع کر دیا اور افواہ پھیل گئی کہ افسرانِ بالا نے اسکی کہیں اور ٹرانسفر کر دی ہے چند روز کے بعد ابا جان جب اپنے نئے آفس پہنچے تو ماتحت عملہ نے پُر تپاک آؤ بھگت کی۔دفتر کے سبھی لوگ ابا جان کے اچھے سلوک، نیک عادات اور اطوار سے بڑے خوش ہوئے۔اور خوشی خوشی بتانے لگے 'اوجی چوہدری صاحب! یہاں تو ایک مرزائی آنے لگا تھا ہم نے اسے احتجاج کر کے بھگا دیا ہے۔''ابا جان زیرِ لب مسکرائے اور کہنے لگے ہاں ہاں وہ ڈر کر بھاگ گیا ہے اور اپنی ہاتھ کی انگلی دائیں طرف گھماتے ہوئے دائرہ کی صورت میں سینے کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگے وہ بھاگ کر جاتے جاتے یہ آ گیا ہے۔یہ سنتے ہی آپکے ملازم حیران و ششدر رہ گئے۔اور شرم سے آنکھیں نیچے کر لیں۔

ابا جان نے اپنے بچوں کی تربیت اپنی عملی زندگی سے کی۔کسی سے مرعوب نہ ہوتے۔بہادر اور نڈر تھے۔ایک انتہائی بچپن کا واقعہ جو آج بھی مجھے روزِ روشن کی طرح سامنے ہے۔جب ابا جان دکھ ڈفر دریائے جہلم کے پاس ایک چھوٹے سے علاقے میں ٹرانسفر ہو کر آئے۔یہ علاقہ صرف جنگلات اور جنگلات کے عملہ کے لئے کالونی پر مشتمل تھا۔یہ کالونی ایک اونچی پہاڑی پر واقع تھی۔شاید کہ حفاظت کی وجہ سے۔کافی دلکش نظارہ تھا اگر پہاڑی کے اوپر سے دیکھو تو ایک طرف دریا بہہ رہا تھا اور دوسری طرف خشکی تھی۔سودا سلف یا پانی وغیرہ لانے کے لئے نیچے جانا پڑتا تھا جو چوکیدار، چپڑاسی لا کر دیتے تھے میں اور میرا بھائی افضل چھوٹے تھے۔ابا جان جب بھی کسی ضرورت سے نیچے جاتے تو ہمیں ساتھ لے جاتے۔اترتے ہوئے تو ہم خوشی سے چلے جاتے۔مگر واپسی پر ہماری حالت غیر ہو جاتی۔مگر ابا جان تیز تیز قدموں سے پھلانگتے ہوئے اوپر چڑھ جاتے اور ہماری حوصلہ افزائی کے لئے کہتے''لو یہ کیا ہے یہ تو کچھ بھی نہیں تم نہیں جانتے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں ''بس ھُوَ النَّاصِر پڑھتے جاؤ اور پہاڑوں پر چڑھ جاؤ''۔حضور کا ربوہ ابتدائی ایام کی تکلیف دہ زندگی گذارنے پر سکھایا ہوا گُر اپنے بچوں کی گھٹی میں بچپن ہی سے ڈال دیا۔ابا جان کی زندگی کا کچھ عرصہ ایسے ہی گزر گیا۔بار بار کی ٹرانسفر نے بچوں کی تعلیم کا بہت حرج ہو رہا تھا۔ابا جان اسقدر ایماندار تھے کہ کافی تنگی سے وقت گزرتا تھا جبکہ دوسرے ملازمین جیبیں بھی بھرتے اور گھر بھی۔سالانہ پراپرٹی circular پر ابا جان یہ ہی لکھتے کہ میرے پہلے بچوں میں ایک کا اضافہ ہؤا ہے اور یہ ہی میری پراپرٹی ہے۔اسطرح ابا جان آٹھ بچوں کے باپ بن چکے تھے۔آخر کار کافی کوشش کے بعد ابا جان نے لاہور آفس میں جگہ لے لی تا کہ بچے اچھے سکولوں میں پڑھ سکیں

ابا جان انتہائی سادہ طبیعت اور سادگی سے رہنا پسند کرتے تھے ملازمت کے دوران اپنی سالانہ چھٹی جمع رکھتے اور پھر اپنی چھٹی کسی نہ کسی نزدیکی گاؤں میں وقفِ عارضی میں گزارتے۔ایک دفعہ واہگہ بارڈر کے پاس ایک گاؤں بروی میں وقفِ عارضی پر گئے۔جماعتی پروگرام کے مطابق بچوں کو قرآن اور دینی تعلیم دیتے رہے۔وہاں مسجد میں قیام کیا اور احمدی احباب کے بہت زور دینے کے باوجود مسجد میں ہی رہنا پسند کیا۔یہ تو معلوم نہیں ابا جان اور امی جان نے وصیت کس سن میں کی تھی مگر جب سے ہم نے ہوش سنبھالا اور یاد پڑتا ہے تو یہ ہی دیکھا ہے کہ ہر ماہ کے شروع میں جب تنخواہ لاتے تو چندہ کی رقم نکال کر الگ

رکھ لیتے اور باقی پیسے امی جان کو دے دیتے۔ جس میں آٹھ بچوں کا خرچ اٹھانا کسی چیلنج سے کم نہ تھا۔ کم عمری اور ناسمجھ ہونے کی بنا پر دل میں یہی خیال کرتے کے ابا جان کو تو بس چندہ کے ادا کرنے کی فکر رہتی ہے۔ ہماری ضروریات کا کچھ خیال نہیں۔ انہیں نیکیوں کی بدولت آج ان کی اولاد سات سو گنا سے زیادہ رزق پا رہی ہے۔ الحمدللہ فالحمدللہ۔ لاہور میں اپنے قیام کے دوران ہمیشہ کسی نہ کسی عہدے پر فائز رہے سیکرٹری اصلاح وارشاد، سیکرٹری finance وغیرہ ہر ایک عہدہ کو ڈیوٹی سمجھ کر کرتے گھر گھر پیدل چل کر جاتے اور چندہ اکٹھا کرتے وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور ہم سب بہن بھائی بڑے ہو گئے۔ بڑی سادگی سے باری باری ہماری شادیاں ہو گئیں۔ کچھ عرصے بعد بڑے بھائی کے توسط سے ساری فیملیاں امریکہ ورجینیا migrate کر گئیں۔ اور پھر امی جان، ابا جان بھی اپنے بچوں کے پاس امریکہ میں آ گئے یہاں بھی ابا جان بیت الرحمان مسجد میں MTA کے دفتر میں ایک نگران کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ آخر بڑھاپا اور کمزوری کی وجہ سے گردوں کی تکلیف لاحق ہوگئی تو ڈاکٹروں نے Dialysis تجویز کیا روز بروز صحت گرتی جا رہی تھی مگر اپنی زندگی کے آخری دنوں تک ابا جان مسجد جا کر جمعہ کی نماز ادا کرتے رہے۔ امی جان اور ابا جان کا آپس میں بہت محبت کا رشتہ تھا۔ امی جان ان کا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ اور بیماری میں تو امی جان ان کے ساتھ سائے کی طرح لگ گئیں کہ اچانک ہارٹ فیل ہو جانے کی وجہ سے امی جان کی وفات ہوگئی۔ یہ صدمہ ابا جان کے لئے بہت بڑا تھا میں قربان جاؤں اپنے مولا کے جو اپنے بندے کو کبھی بھی تنہا نہیں چھوڑتا۔ جو بوجھ ڈالتا ہے اسکا خود ہی بندوبست بھی کرتا ہے۔

انہی دنوں ابا جان کوئی 15% Alzheimer کے مرض میں مبتلا ہو گئے جسکی وجہ سے current باتیں بھول جاتے یہ بھول جاتے کہ امی جان ان کو چھوڑ کر اپنے مولا سے جا ملی ہیں۔ اکثر ان کو کھانا کھاتے ہوئے TV دیکھتے ہوئے آوازیں دیتے۔ اپنے بیڈروم میں جب سونے جاتے تو شدت سے انتظار کرتے۔ پھر خاکسارہ سے یہ سوال ہوتا کیا تمہاری امی اللہ کہ پاس چلی گئی ہیں؟ پھر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر بہت بے قرار ہو جاتے تو حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار گنگنانے لگتے۔ حضور کی یہ نظم تو اکثر ان کی زبان پر رہی۔

میرے زخموں پہ لگا مرہم کے میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار ونزار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دینِ مصطفیٰ ﷺ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب وکامگار
کیا سلائے گا مجھے تو خاک میں قبل از مراد
یہ تو تیرے پر نہیں امید اے میرے حصار
یا الٰہی فضل کر اسلام اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
قوم میں فسق وفجور ومعصیت کا زور ہے
چھا رہا ہے ابرِ یاس اور رات ہے تاریک وتار

اور پھر مجھے ان اشعار کا مطلب سمجھاتے اور خاکسارہ سے بھی یہی مطالبہ ہوتا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے کوئی اچھے سے شعر سناؤ کہ دل کو چین واطمینان نصیب ہو۔ میرا یہ روزانہ کا معمول بن چکا تھا کہ میں ابا جان کو نظمیں سناتی تو وہ سنتے سنتے سو جاتے تھے جب بھی اپنی بیماری یا تکلیف سے گھبراتے تو اپنے مولا ہی کو بار بار پکارتے یہ الفاظ تو اکثر ان کی زبان پر ہوتے'' یا اللہ میں عاجز ومسکین بندہ تیرا۔ مجھ پر رحم کر'' ہر وقت نمازوں کی فکر رہتی۔ بار بار اٹھ کر نماز ادا کرنے لگتے کہ شائد نماز ادا ہونے سے رہ گئی ہو۔ جب لیٹے ہوتے تو اکثر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے یہ اشعار گنگناتے رہتے۔

میں تیرا در چھوڑ کر جاؤں کہاں چینِ دل آرامِ جاں پاؤں کہاں
یہاں نہ گر روؤں کہاں روؤں بتا یہاں نہ چلاؤں تو چلاؤں کہاں

ابا جان کو اپنی ساری اولاد سے بے حد محبت تھی انہوں نے ہمیشہ خواہش کی۔ کہ ہم سب بچے زیادہ سے زیادہ تعلیم حاصل کریں ابا جان کو جاہلانہ باتوں اور جہالت سے بہت نفرت تھی۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ اخلاقی، تہذیبی، فراخدلی، مہمان نوازی اور آپس میں ہمیشہ پیار محبت کا درس دیا۔ ہر بچے کو اس کی قابلیتوں سے پہچانتے تھے۔ اور اسی طرح ان کی عزت کرتے اور نصیحت کرتے۔ دینی کمزوری پر تو باقاعدہ سرزنش ہوتی۔ آج میں اپنے دل کی حالت سے جان سکتی ہوں کہ ماں باپ کتنی پیاری چیز ہیں۔ اور کتنی بڑی نعمت ہیں۔ میرے پاس جو کچھ بھی ہے میرے ماں باپ کا دیا ہوا ہے۔ میری عقل، میری سمجھ، میرا دین۔ میں اپنے جس جس عمل پر نظر ڈالتی ہوں مجھے اپنے ماں باپ کی نصائح یاد آتی ہیں۔ خدا کرے کہ میں بھی یہ اپنی اگلی نسل کو دے والی بن سکوں۔ اللہ تعالی ہم سب کو امی جان ابا جان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ جس خوش نصیب کو تو وقف زندگی کی توفیق ملے۔ وہ تو کامیاب ہوا اور جس کو نہ مل سکے وہ وقفِ نہاں کا راستہ چن لے۔ آمین ثم آمین

(ٹائپنگ: منشاد احمد نیّر)

نظام خلافت کی اہمیت اور برکات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی نظر میں

مرتب: حبیب الرحمٰن زیروی

نظام خلافت کے خدوخال

ایک مرکزی نقطہ حیات یعنی خلیفۃ المسیح کے گرد فدایان اسلام کی ایک جماعت اکٹھی ہے جو خدمت اسلام کے لئے اس کی ہر آواز پر سَمْعاً وَّطَاعَةً سمعاً وَّطَاعَةً کے سوا کچھ کہنا نہیں جانتی جو نیکی کی راہیں وہ انہیں دکھاتا ہے، وہ بڑی تیزی کے ساتھ ان پر قدم مارتی ہے اور دین محمدی کی جس خدمت کے لئے اسے بلاتا ہے وہ لَبَّیْکَ یَاسَیِّدِیْ لَبَّیْکَ کہتی ہوئی اپنی جانیں اور اپنے اموال لئے ہوئے حاضر ہو جاتی ہے۔ وہ اس کے ایک ہاتھ پر اُٹھنا اور ایک ہاتھ پر بیٹھنا جانتی ہے۔ اسی لئے اپنی ہیئت مجموعی میں کثرت تعداد کے باجود ایک فرد واحد کی طرح زندہ ہے۔ جس کی جان خلافت راشدہ میں ہے اور خلیفہ راشد اس کے لئے بمنزلہ دل کے ہے۔ یہ دل قالب بدلتا ہے لیکن خود کبھی نہیں مرتا۔ اس دل کے نام بدلتے ہیں، کام نہیں بدلتے۔ یہ کبھی نورالدینؓ کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے کبھی محمودؓ کا لبادہ اوڑھے ہوئے اور کبھی ناصر احمد بن کر غلامان محمدؐ کی قومی زندگی کے سینے میں دھڑکتا ہے اور خدا کرے کہ اسی طرح قیامت تک دھڑکتا رہے اور کبھی اس دل پر موت نہ آئے کیونکہ اسلام کی حیات نو اس دل کے ساتھ وابستہ ہے اور اسی کی دھڑکن ہے جو مسلمانوں کے قومی وجود کے پور پور میں نبض آسا چلتی ہے۔

صدر انجمن احمدیہ

قرآن کریم متعدد مرتبہ نزول شریعت کی مثال آسمانی پانی سے دیتا ہے جو نازل ہو کر مردہ زمینوں کو نئی زندگی بخشتا اور انہیں روحانی سرسبزی اور شادابی عطا کرتا ہے۔ تمثیلی زبان میں اگر گفتگو کی جائے تو نظام خلافت اس پانی کی حفاظت کرتا ہے اور اسے نہروں کی صورت میں زمینوں کی سیرابی کے لئے جاری کرنے کا انتظام کرتا ہے۔

صدرانجمن احمدیہ بھی اسی نظام کا ایک جزو ہے جو احمدیت نے دنیا کو عطا کیا اور مرکزی حیثیت کی حامل یہ انجمن شریعت اسلامی کی روشنی میں اہل دنیا کی تربیت، رشد و اصلاح دینوی تعلیم، عمومی فلاح و بہبود، اقتصادی ترقی، خدمت خلق، عقائد اور اعمال کی نگرانی اور اسلامی تہذیب و تمدن کی ترویج کے لئے رائج کی گئی ہے۔ یہ کام کئی شعبوں میں تقسیم ہے جنہیں نظارتوں کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کوئی نظارت تعلیمی امور کی انجام دہی کے لئے قائم ہے تو کوئی رشد و اصلاح کے لئے مخصوص، کسی نظارت کا کام ان روحانی خزائن کی تقسیم ہے جو ہزاروں سال سے مدفون تھے اور اس زمانہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زبان اور قلم پر جاری ہوئے اور کسی نظارت کا کام خدمت خلق کے عمومی کاموں کی بجا آوری اور اسلامی معاشرہ کی حفاظت اور نگرانی ہے۔ باالفاظ دیگر یہ سب نہریں ہیں جو باغ احمد کی جنت کے گھنے سایوں تلے دائم بہتی ہیں اور خلافت احمدیہ کی ہدایت اور نگرانی کے ماتحت شریعت اسلامیہ کے روحانی پانی کو سمیٹے ہوئے چلتی ہیں۔

تحریک جدید

ایک اور عظیم الشان نظام سیرابی ''تحریک جدید انجمن احمدیہ'' کے نام سے جاری ہے جس کا رخ اسلام سے باہر کی سرزمینوں کی طرف ہے۔ اللہ اللہ! یہ نہریں کیا ہیں جو ہزاروں فدائیان اسلام کی قربانیاں لئے ہوئے بہہ رہی ہیں اور ان کے پلائے ہوئے کھیت ان قربانیوں کے خون سے سینچے جا رہے ہیں۔ یہ اس غرض

سے جاری کی گئی ہیں کہ غیر مذاہب کی بنجر زمینوں کو اسلام کے پانی سے سیراب کریں۔ یہ عالمگیر آبی نظام خلافت راشدہ احمدیہ کا ایک شاہکار ہے جو دلوں کو مرعوب اور عقلوں کو دنگ کررہا ہے اور دنیا کے ہر ایک براعظم کو سیراب کرنے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ اس نظام نے یورپ کو بھی اسلام کے پانی سے سیراب کیا ہے اور امریکہ کو بھی، چین کو بھی اور جاپان کو بھی۔ ایشیا کے مختلف ممالک میں بھی اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں اور تاریک براعظم افریقہ کے صحراؤں اور جنگلوں کو بھی یہ نہریں سیراب کررہی ہیں۔ ان بہتے پانیوں کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر بے اختیار زبان پر جاری ہوجاتا ہے:

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم

یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است

(درثمین فارسی صفحہ:98)

اللہ اللہ! کیا پر بہار منظر ہے کہ اسلام کی سرزمین بڑھ رہی ہے اور بیرونِ اسلام کی زمینیں کم ہوتی جارہی ہیں اور دیکھو خدا کا وہ وعدہ کس شان سے پورا ہورہا ہے جو اس نے آج سے چودہ سو سال پہلے اپنے محبوب ترین بندے سے کیا تھا کہ

اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا ط اَفَھُمُ الْغٰلِبُوْنَO

(الانبیاء:45)

یعنی کیا ان منکرین نے دیکھا نہیں کہ ہم بیرون اسلام زمین کو ہر سمت سے کم کرتے چلے جاتے ہیں اور اسلام کی زمین پھیل کر ان غیر زمینوں پر قبضہ کررہی ہے۔ کیا اس کے باوجود بھی وہ تجھ پر غالب آنے کے خواب دیکھتے ہیں۔

پس نظام تحریک جدید وہ نظام ہے جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زمین کے مقابل پر ہر دوسری زمین کو کم کرنے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ آج یہ نظام بڑی تندہی اور بڑی شان کے ساتھ ان مقاصد کو پورا کررہا ہے اور آج اسی نظام کی برکت ہے کہ یورپ کے روحانی ویرانوں میں بھی اسلام کے شاداب پودے لہلہا رہے ہیں اور افریقہ کے بیابانوں میں بھی اور باغ احمد کی قلمیں کچھ یہاں کچھ وہاں، ہر خطہ ارض پر زمین کے کناروں تک پھیلائی جاچکی ہیں۔

وقف جدید

وقف جدید انجمن احمدیہ بھی باغ احمدؑ کا ایک سیرابی نظام ہے جو اندرون ملک کے ایسے دیہاتی خطوں کی سیرابی کے لئے جاری کیا گیا ہے جہاں قبل ازیں روحانی پانی کی کمی محسوس کی جارہی تھی۔ احمدیت کے بہت سے ایسے چمن تھے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں بڑے شاداب اور پر بہار تھے اور میٹھے پھل دے رہے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ مرکزی نہروں کے زندگی بخش پانی سے ان کا تعلق کم ہوگیا اور ان میں سے کچھ خشکی اور پژمردگی کا شکار ہونے لگے۔ خلافت راشدہ احمدیہ کی عظیم الشان برکات میں سے ایک برکت یہ بھی ہے کہ اس نے ان علاقوں کے لئے ایک مزید تقویتی نظام جاری کیا اور وقف جدید کو جاری کرکے اندرون ملک میں چھوٹی چھوٹی روحانی نہروں کا ایک جال پھیلا دیا تا کہ ایک چپہ زمین بھی ایسی نہ رہے جو خلافت احمدیہ کے روحانی آب حیات سے براہ راست سیراب نہ ہو۔

ابھی اس نظام کو جاری ہوئے صرف چند سال کا عرصہ گزرا ہے لیکن اس کے اثرات ہر طرف روحانی شادابی کی صورت میں ظاہر ہونے لگے ہیں اور بہت سے ایسے خطہ ہائے احمدیت ہیں جہاں نئی زندگی کا پیغام لئے ہوئے یہ نہریں جا پہنچی ہیں۔ ہر شاخ ہری ہورہی ہے اور ہر پتے میں جان پڑ رہی ہے۔ نئی کونپلیں پھوٹ رہی ہیں اور چمن کے صحنوں کو وسعت مل رہی ہے۔ بہت سے ایسے دل کش مناظر ہیں کہ دیکھ کر آنکھوں میں طراوت آتی ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر بے اختیار زبان پر آجاتا ہے:

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں

کھلے ہیں پھول میرے بوستاں میں

(درثمین صفحہ: 50)

کیوں نہ دل ان مناظر کو دیکھ کر خوش ہو کہ بعض ایسی مسجدیں جو کبھی نمازیوں کی کمی کی شکایت کرتی تھیں اب زبان حال سے وَسِّعْ مَکَانَکَ۔وَسِّعْ مَکَانَکَ پکار رہی ہیں۔ کیوں نہ دل ان مناظر کو دیکھ کر خوش ہو کہ بہت سے احمدی بچے جو کبھی اپنے گھروں میں بھی نماز سے غافل تھے اب پو پھٹتے ہی گھروں سے نکلتے ہیں اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے دیہات کی گلیوں میں پھرتے ہیں۔ معصوم زبانوں میں جاری یہ درود کے نغمات دوسرے بچوں اور جوانوں اور بوڑھوں کو بیدار کرتے ہیں۔ اور صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا۔صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کی صداؤں سے دیہات تک کی فضا مترنم ہوجاتی ہے۔ نمازیوں سے مسجدیں بھر جاتی ہیں اور تلاوت کی آواز سے روحیں وجد کرنے لگتی ہیں۔ ہاں کیوں نہ دل ان مناظر سے خوش ہو کہ ایسی ہندو بستیوں میں بھی وقف جدید کی نہریں جاری ہوچکی ہیں جو کبھی اسلام اور پیغمبر اسلام کے نام کو سننا تک گوارا نہ کرتی تھیں۔ توحید کے پانی نے ان

زمینوں کو اپنا لیا ہے جو کبھی سینکڑوں فرضی خداؤں کے قبضہ میں تھیں۔ آج وہاں بھی توحید کے نعرے بلند ہو رہے ہیں، آج وہاں بھی مسجدیں تعمیر ہو رہی ہیں۔ آج وہاں بھی خدائے واحد کی پرستش کرنے والے جنم لے رہے ہیں۔ ہاں آج ان مشرک بستیوں میں بھی وہ گواہ پیدا ہو رہے ہیں جو پانچ وقت صدقِ دل کے ساتھ یہ گواہی دیتے ہیں کہ:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً ارَّسُوْلُ اللّٰہِ

بعض ذیلی تنظیمیں

نظام خلافت احمدیہ بھی ان ملائکہ کی طرح ہے جو

اُولِیٓ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ط یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَایَشَآ ءُ ط (فاطر:2)

ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس نظام کو جس قدر چاہے اور بھی روحانی پرواز کے لئے پَر عطا کرتا رہے گا۔ یہ ایک مکمل نظام ہے جو کسی بندے کی تخلیق نہیں بلکہ وحی الٰہی کے مطابق جاری ہوا ہے۔ القائے الٰہی کے مطابق ہی اس میں بنی نوع انسان کے لئے فیض رسانی کے نئے چشمے پھوٹ رہے ہیں اور دینی اور روحانی اقدار کی حفاظت کے لئے قطار اندر قطار دفاعی قلعے تعمیر ہو رہے ہیں۔

لجنہ اماء اللہ

ایک لجنہ اماءاللہ کی تنظیم ہے جو اسلامی تعلیم کو عورتوں میں رائج اور راسخ کرنے میں ہمہ تن مصروف ہے اور اسلامی اقدار کے مطابق اچھی مائیں پیدا کرنے کے سلسلہ میں عظیم قومی خدمت میں مصروف ہے۔

اطفال الاحمدیہ

ایک اطفال الاحمدیہ کی تنظیم ہے جو بچوں کو اسلامی رنگ میں تربیت دینے پر کمر بستہ ہے اور وہ محروم بچے جو گھروں میں دینی تعلیم و تربیت سے بے نصیب رہے، اس تنظیم کے دائرہ میں آ کر دین سیکھنے اور دین پر عمل پیرا ہونے کی مشق کر رہے ہیں۔

خدام الاحمدیہ

ایک خدام الاحمدیہ کی تنظیم ہے جو ان نوجوانوں کے لئے وجود میں آئی ہے جو طفولیت سے عہدِ جوانی میں داخل ہو رہے ہوں اور پھر چالیس سال کی عمر تک ان کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ اس تنظیم کے زیر انتظام نوجوان گرم خون اور بلند ولولوں کے ساتھ خدمت دین میں مصروف ہیں۔ یہ مجلس ان کے سامنے خدمت دین اور خدمت خلق کے نئے نئے پروگرام رکھتی ہے۔ بہتر رنگ میں اپنے رب کی عبادت کرنے کے درس دیتی ہے اور مخلوق خدا کی خدمت اور بہبودی کی راہیں ان پر کھولتی ہے۔ یہ مجلس ان نوجوانوں کی طرف خصوصی توجہ دیتی ہے جو اطفال الاحمدیہ کے تربیتی دائرہ سے کما حقہ، مستفید نہ ہوئے ہوں اور عہد جوانی میں ان کی تربیت کرنے کے خصوصی پروگرام بناتی ہے۔ مختلف مقامات کے علاوہ حلقہ وار، ضلع وار اور علاقہ وار تربیتی اجتماعات کا انعقاد کرتی ہے اور ان تمام مقاصد کو پورا کرنے میں مرکزی انجمنوں کا ہاتھ بٹاتی ہے جن مقاصد کے حصول کے لئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کو قائم کیا گیا ہے۔

انصاراللہ

احمدیت حقیقی اسلام ہے اور اسلام میں موت سے قبل ریٹائر ہونے کا کوئی تصور نہیں۔ ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ اپنی استعدادوں اور خداداد قوتوں کے مطابق حسب توفیق اللہ تعالیٰ کی راہ میں تادم آخر کوشش کرتا رہے۔ پس احمدیت بھی اس تصور کی عملی تصویر پیش کرتی ہے اور اس کے تربیتی حلقے زندگی کے سب دائروں پر محیط ہیں۔ جب احمدی نوجوان اپنی عمر کے چالیس سال پورے کر چکتے ہیں تو ان پر مجلس انصاراللہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اس مجلس میں داخل ہو کر پھر زندگی کے آخری سانس تک وہ اسی مجلسی دائرہ میں رہتے ہوئے پہلے سے بڑھ کر ذہنی اور عملی پختگی کے ساتھ خدمت دین میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہ مجلس ان کے اعمال کو بہتر سے بہتر کرنے میں شب و روز کوشاں رہتی ہے اور اس دن سے پہلے کہ وہ اپنے رب کے حضور پیش ہوں، ہر گھڑی بلند تر روحانی درجات کے حصول میں ان کی مدد کرتی ہے۔ پس نظام احمدیت میں یہ مجالس احمدیت کے مرکزی تربیتی نظام کو مزید تقویت دے رہی ہیں اور اسلامی روحانی اقدار کی حفاظت کے لئے ایک ایسے عظیم الشان دفاعی نظام کے مشابہ ہیں، جس میں قلعوں کے بعد قلعے ایک دوسرے کی پشت پناہی کر رہے ہوں۔

یہ عظیم الشان اور مکمل نظام روحانی جو خلافت راشدہ احمدیہ کے ذریعہ دنیا کو عطا ہوا یہ کوئی معمولی معجزہ نہیں۔ فیجِ اعوج کی دس صدیوں میں مسلمان ایک کے بعد

دوسرے تنزل کی جانب اترتے رہے اور اِن صدیوں میں اسلام کی تصویر غیروں کی نظر میں بگڑتی چلی گئی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوی اور دائمی قوت قدسیہ کا سہارا نہ ہوتا اور خدا تعالیٰ کی ابدی نصرت کا وعدہ شامل حال نہ ہوتا، تو کبھی کی یہ امت ماضی کا ایک عبرت آموز قصہ بن چکی ہوتی اور اس آب حیات سے دنیا ہمیشہ کے لئے محروم ہو چکی ہوتی۔ لیکن جیسا کہ ازل سے مقدر تھا آخری زمانہ میں اسلام کو ایک نئی اور پرشوکت زندگی عطا ہونی تھی اور ادیان باطلہ پر ایک عالمگیر غلبہ کی بنیاد مسیح محمدیؑ کے ہاتھوں رکھی جانی تھی۔ پس خوشا وہ وقت کہ جب قادیان کی گمنام بستی میں اسلام کی تعمیر نو کی پہلی اینٹ رکھی گئی اور اس وقت سے آج تک ہر روز یہ عمارت اپنی تکمیل کی نئی اور بلند تر منازل کی طرف اٹھائی جارہی ہے۔ وہ کھویا ہوا نظام خلافت جو اسلام کے استحکام اور تمکنت کے لئے بمنزلہ جان کے تھا پھر سے مسلمانوں کو عطا ہو چکا ہے اور زمین کے کناروں تک قوموں نے اس کے فیض سے برکت پائی ہے۔

پس اے مسلمانانِ عالم! احمدیت کو آپ کا انتظار ہے! کب آپ دین محمدؐ کے احیاء کی خاطر، اس عظیم الشان نظام میں شامل ہوں گے اور ان قربانیوں کی لذت سے حصہ پائیں گے جو آج خدام احمدیت کے لئے مخصوص ہو چکی ہیں۔ احمدیت کو آپ کا انتظار ہے کیونکہ آپ کی شمولیت سے دین اسلام کو تقویت نصیب ہوگی اور اسلام کا وہ عظیم سمندر جو آج قطرہ قطرہ دنیا کی خشکیوں میں بکھرا پڑا ہے، ایک بار پھر مجتمع ہو کر ایک بحر بے پایاں میں تبدیل ہو جائے گا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

کوئی روحانی نظام خواہ کیسا ہی کامل اور نافع الناس کیوں نہ ہو اس وقت تک کامیابی سے نہیں چل سکتا جب تک قربانیوں کے خون سے اس کی آبیاری نہ کی جائے۔ اسلام کا اکمل نظام بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں قربانیوں کا خون پی کر پنپا تھا۔

بنی نوع انسان کو ہدایت اور کامیابی کی راہوں کی طرف بلانا کوئی بازیچۂ اطفال نہیں، دنیا کی ہدایت کے دعویدار پھولوں کی سیج پر چل کر روحانی انقلاب برپا نہیں کیا کرتے۔ وہ وقت یاد کرو جب ایک خیر امت، بنی نوع انسان کی بہبود کی خاطر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے پروں تلے پرورش پا کر تیار ہوئی اور رحمت کا پیغام لئے ہوئے بنی نوع انسان کی طرف نکلی۔ اس راہ میں انہوں نے کیسے کیسے دکھ اٹھائے اور کتنی طویل اور مسلسل اور شاندار قربانیاں دیں۔ پس محض ایک کامل نظام کی موجودگی سے دنیا فیض نہیں پا سکتی جب تک اس نظام کے نفاذ کے لئے بے مثل قربانیاں دینے والے کچھ بے نفس بندے بھی دنیا کو عطا نہ ہوں۔ احمدیت نے یہ بے نفس بندے بھی دنیا کو عطا کئے۔ یہ وہ بے نفس بندے ہیں، جنہیں اس زمانہ میں بنی آدم کی بہبود کے لئے نکالا گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بے دریغ اپنے عزیز مال کو ایک بلند مقصد کی خاطر لٹا رہے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں، جو اپنی قیمتی جانیں ایک عظیم الشان مطمح نظر کی خاطر قربان کر رہے ہیں۔ یہ **ایک نہایت حیرت انگیز مالی اور جانی قربانی کا نظام ہے** جس کی نظیر دنیا کے پردے پر اس وقت اور کوئی نہیں اور جس کی مثل ڈھونڈنے کے لئے نظر کو چودہ سو برس قبل کے زمانہ کی طرف لوٹنا پڑتا ہے۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ہر انجمن اور ہر تنظیم کی رگوں میں ان بندگان خدا کی قربانیوں کا منزّہ خون دوڑ رہا ہے۔ یہ روپیہ جو پانی کی طرح اسلام کے احیائے نو کے لئے اور دنیا کو دین محمدی کی طرف بلانے کے لئے بہایا جارہا ہے اور یہ جانیں جو خدمت دین کے لئے بھیڑ بکریوں کی طرح قربان کی جارہی ہیں ان کی کہانی سننے کے لائق اور ان کی کیفیت دیکھنے کے قابل ہے۔

ہر بالغ احمدی جو کچھ کمانے کی طاقت رکھتا ہے۔ ان پابندیوں کے باوجود کہ ناجائز طریق سے کمائی کے سب راستے اس پر بند ہیں اور اس مالی تنگی کے باوجود جو اس کے نتیجہ میں اسے برداشت کرنی پڑتی ہے اپنی کمائی کا کم از کم 1/16 حصہ اور زیادہ سے زیادہ 1/3 حصہ صدر انجمن احمدیہ کی خدمت میں اس غرض سے پیش کرتا ہے کہ خلیفہ کی رہنمائی میں، راہ خدا میں اسے خرچ کرے۔ پھر جو اس کے پاس بچتا ہے وہ بھی سب اس کا نہیں ہوجاتا بلکہ غیر ممالک میں مذاہب غیر پر غلبہ اسلام کے لئے جو تبلیغی ادارہ ''تحریک جدید'' کے نام سے جاری کیا گیا ہے، اسے چلانے کی خاطر وہ اپنے بچے ہوئے مال میں سے ایک حصہ تحریک جدید انجمن احمدیہ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ ہو۔ پھر اس کے بعد جو بچ رہتا ہے وہ بھی سب اس کا نہیں ہوجاتا بلکہ اندرونِ ملک میں دیہاتی جماعتوں کے احیائے نو کے لئے اور ان کے دینی معیار کو بلند کرنے کے لئے جو انجمن ''وقف جدید'' کے نام سے جاری کی گئی ہے، اپنے بچے ہوئے مال میں سے ایک حصہ وہ اس انجمن کو

چلانے کے لئے پیش کر دیتا ہے۔اس کے بعد جو بچ رہتا ہے وہ بھی سب اس کا نہیں ہوجاتا بلکہ اگر وہ نوجوان ہے تو نوجوانوں کی انجمن ''مجلس خدام الاحمدیہ'' کے اخراجات چلانے کے لئے بھی چندے دیتا ہے اور اگر وہ چالیس سال سے متجاوز ہے تو ''مجلس انصاراللہ'' کی خدمت میں دینی کاموں پر خرچ کرنے کے لئے اپنے اموال کا ایک حصہ پیش کر دیتا ہے اور اگر وہ عورت ہے تو ''لجنہ اماءاللہ'' کی تنظیم کے اخراجات چلانے کے لئے وہ اپنے مال کا ایک حصہ اس مجلس کی خدمت میں پیش کر دیتی ہے۔ پھر جو بچ رہتا ہے وہ بھی سب اس کا نہیں ہوجاتا کیونکہ تعمیر مساجد کے لئے بھی اس سے مالی قربانی کا مطالبہ ہوتا ہے اور مختلف زبانوں میں تراجم قرآن مجید شائع کرنے کے لئے بھی پھر اسی سے مالی قربانی کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ پھر جو بچ رہتا ہے وہ بھی سب اس کا نہیں ہوجاتا کیونکہ اس کے سامنے اپنے رب کے یہ احکام بار بار پڑھے جاتے ہیں کہ

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذّٰریات : 20)

یعنی خدا کے بندوں کے اموال میں سوالیوں اور محروموں کا بھی حق ہے۔
پس خدا کے یہ عجیب بندے اپنے اموال میں سے دن رات صدقہ وخیرات بھی کرتے ہیں۔ خفیہ طور پر بھی اور ظاہری بھی۔ چھپ چھپ کر بھی اور اعلانیہ بھی۔ پھر جو بچ جاتا ہے وہ سب بھی ان کا نہیں ہوجاتا کیونکہ انہیں بتایا جاتا ہے کہ دینی علم کے بغیر خدمت دین کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے قرآن وحدیث کے مطالعہ پر خرچ کرو، امام الزمان کی کتب پر خرچ کرو، خلفائے سلسلہ کی تحریرات خریدو، تفسیر صغیر پڑھو اور تفسیر کبیر کا مطالعہ کرو، بزرگان سلسلہ کی کتابوں سے استفادہ کرو۔ ''الفضل'' سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ترجمان ہے، اس کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ نوجوان ہوتو خدام الاحمدیہ کے ترجمان ''خالد'' کے بغیر گزارہ نہیں کرسکتے۔ انصاراللہ کے رکن ہوتو ''انصاراللہ'' کا مطالعہ تمہارے لئے ازبس ضروری ہے۔ لڑکی یا عورت ہوتو خواتین کا رسالہ ''مصباح'' کے بغیر تمہاری معلومات مکمل نہیں ہوسکتیں۔ پس اپنے بچے ہوئے اموال میں سے خدا کے یہ عجیب بندے ماہ بماہ اور سال بہ سال ان دینی کتب اور رسائل کی خرید پر بھی روپیہ صرف کرتے ہیں۔ پھر جو بچ رہتا ہے، وہ بھی سب ان کا نہیں ہوجاتا۔ بلکہ گاہ بہ گاہ خدا کے نام پر خرچ کرنے کی اور راہیں بھی ان پر کھولی جاتی

(خطابات جلسہ سالانہ قبل از خلافت صفحہ 119 تا 129)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''یہ تو نہیں ہوسکتا کہ خلیفہ اکیلا کام کرے بلکہ ساری جماعت کا نام ہی خلافت ہے اصل میں۔ خلافت ایک فرد کے ذریعے ظاہر ہورہی ہے مگر امر واقعہ یہ ہے کہ ساری جماعت خلیفہ ہے خدا تعالیٰ کی اور اُس کی اجتماعیت کے نتیجے میں جو طاقت پیدا ہوتی ہے اُس کا مظہر خلیفہ وقت ہوتا ہے۔ اس لیے جب میں کہتا ہوں ہم کام کریں گے یا میں کام کروں گا تو ایک ہی بات ہے۔ میں نے کام کرنا ہے تو آپ نے کرنا ہے، آپ نے کرنا ہے تو میں نے کرنا ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے۔ ہماری مجموعی خدمت، مجموعی اخلاص، مجموعی تقویٰ کا نام خلافت ہے۔ اور اسی کا دوسرا نام جماعت ہے۔ تو کام تو بہرحال ہم سب نے مل کے کرنا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4/ مارچ 1988ء بحوالہ خطبات طاھر جلد 7 صفحہ129۔ 130)

پاکستانی مُلّا سے خطاب

ڈاکٹر منصورہ شمیم، سوئٹزرلینڈ

(پاکستان کی مایہ ناز سائنسدان جنہوں نے ہگز بوسان کی دریافت میں کام کیا تھا)

یہاں دشمنی کی خبر نہیں یہاں دوستی بھی عجیب ہے
جہاں بے رخی کی صلیب ہی عاشقوں کا نصیب ہے

جہاں رہبروں کا یقیں نہیں جہاں رہزنوں سے گلہ نہیں
جو وفا کسی سے نہ کر سکے، بنے ہر کسی کا حبیب ہے

کبھی شرم سے کبھی ملال سے، کبھی انا کے خیال سے
وہ جو حق کی بات نہ کہہ سکے، بنے کس بلا کا خطیب ہے

وہ میرا خدا وہ خدا میرا وہی سب کا واقف حال ہے
بھلا اس سے بڑھ کے بھی کیا کوئی رگ جاں کے اتنا قریب ہے

جنہیں ظالموں نے ستا دیا جنہیں بےبسی نے رلا دیا
انہیں تو دکھوں سے نکال دے نہیں تجھ سا کوئی طبیب ہے

ہجرتوں کی کہانی کامیابیوں کی زبانی

میر غلام احمد نسیم، سابق مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ، مقیم نیوجرسی

اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید کی متعدد آیات اور سورتوں میں ہجرت کا ذکر آیا ہے۔ سورۃ النحل آیت 42 میں فرمایا (ترجمہ) ''اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی خاطر ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا ہم ضرور انہیں دنیا میں بہترین مقام عطا کریں گے اور آخرت کا اجر تو سب (اجروں) سے بڑا ہے۔ کاش وہ علم رکھتے۔ پھر اسی سورۃ کی آیت 111 میں ارشاد ہوتا ہے (ترجمہ) ''پھر تیرا ربّ یقیناً ان لوگوں کو جنہوں نے ہجرت کی بعد اس کے کہ وہ فتنہ میں مبتلا کئے گئے پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا تو یقیناً تیرا ربّ اس کے بعد بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔''

سورۃ النساء آیت 101 میں فرمایا۔ (ترجمہ) ''اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے تو وہ زمین میں (دشمن) کو نامراد کرنے کے بہت سے مواقع اور فراخی پائے گا۔ اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلتا ہے پھر (اس حالت میں) اسے موت آجاتی ہے تو اُس کا اجر اللہ پر فرض ہو گیا ہے۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ پھر اسی سورۃ کی آیت 98 میں ذکر ہے'' ۔۔۔اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا۔۔۔کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔''

اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں'' حدیث میں آیا ہے کہ ہجرتیں کئی قسم کی ہوتی ہیں کوئی انسان بیوی کی خاطر ہجرت کرتا ہے کوئی مال کی خاطر، کوئی خدا کی خاطر فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو صرف خدا تعالیٰ کی خاطر ہجرت کر رہے ہیں۔'' (تفسیر کبیر جلد4 صفحہ169)۔ پھر فرماتے ہیں'' اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خاطر تکلیف اٹھا کر ہجرت کرنا ایک بڑی نیکی ہے۔ مگر اس حالت میں جبکہ سب سامان لٹ جائے اور وطن تک چھوڑنا پڑے۔ دل کو اس یقین سے پُر رکھنا کہ ہم تباہ نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ ضرور ہماری مدد کرے گا اس سے بھی بڑی نیکی ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 171) نیز فرمایا۔۔۔'' مگر اس سے پہلے یا اس کے بعد جدھر بھی مسلمانوں نے ہجرت کی وہ جگہ ان کیلئے بہتر ہوگئی۔ اگر ہجرت کے آخری انجام کو دیکھا جائے تو اس ہجرت کے نتیجہ میں معمولی تاجر اور اونٹ پالنے والے دنیا کے بادشاہ بن گئے۔'' (تفسیر کبیر جلد4 صفحہ170)

ہجرتیں

اقوام عالم کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ کامیابیاں ہجرتوں کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہیں۔ خصوصاً مذاہب عالم کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کامیابیاں ہجرت کے بعد یا یوں کہیں کہ ہجرت کے نتیجہ میں نصیب ہوئیں۔ مثل مشہور ہے کہ نبی کو وطن میں عزت نہیں ملتی۔ وحدانیت کے علمبردار مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ہجرتیں ہی ان مذاہب کی کامیابیوں کا باعث بنیں۔

طوفان حضرت نوح علیہ السلام

قرآن مجید میں حضرت نوحؑ کا ذکر متعدد سورتوں میں آیا ہے۔ سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:'' یقیناً ہم نے نوح کو بھی اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔ پس اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔۔۔'' (7:30)۔۔۔'' پس انہوں نے اسے جھٹلا دیا اور ہم نے اسے اور ان کو جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے نجات بخشی اور انہیں غرق کر دیا جنہوں نے ہمارے نشانات کو جھٹلا دیا تھا۔۔۔'' (7:65)۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت الی اللہ دی اور انہیں ایک خدا کی عبادت کرنے کی طرف بلایا لیکن قوم نے ان کو جھٹلا دیا۔

اوران کے شدید مخالف ہوگئے اورانہیں اوران کے ماننے والوں کواذیتیں دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں بذریعہ طوفان عذاب میں مبتلا کیا اور حضرت نوح اوران کے ماننے والوں کو بذریعہ کشتی طوفان سے بچایا۔ گویا یہ بھی ایک قسم کی ہجرت ہی تھی۔ تورات کے مطابق طوفان نوح 40 دن تک رہااورطوفان کے 150 دن کے بعد پانی میں کمی ہونے لگی اور بالآخر نوح کی کشتی کوہِ ارارات(Ararat) پرآ کر رک گئی۔قرآن مجید سورۃ ’’ہود‘‘ آیت 45 میں اس مقام کا ’’الجودی‘‘ کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔توریت میں حضرت نوح کے تین بیٹوں کا ذکر ہے۔جن کے ذریعہ انہوں نے اور پھران کی اولاد نے دنیا میں پھیل کر ریاستوں اورزبانوں کوجنم دیا۔اور دنیا میں پھیل گئے۔ گویا حضرت نوح علیہ السلام نے بذریعہ کشتی ہجرت کی اوردشمنوں سے نجات پائی اور کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت

حضرت مصلح موعودؓ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔’’حضرت ابراہیم اُر میں رہتے تھے جوعراق کے علاقہ میں تھا۔ وہاں سے آپ حاران کی طرف جو بالائی عراق میں واقع ہے تشریف لے گئے۔ وہاں سے کنعان کی طرف خدا تعالیٰ کے حکم سے آپ نے ہجرت کی اور یہ زمین آئندہ ان کی اولاد کیلئے مقرر کردی گئی۔‘‘ (تفسیر کبیر جلد 5صفحہ532)۔ نیز ایک دوسری جگہ فرمایا۔’’حضرت ابراہیم عراق کے رہنے والے تھے جوعرب کا ہی ایک حصہ ہے۔ پھرآپ عراق سے ہجرت کر کے کنعان چلے گئے اور وہاں سے ان کی قوم آگے مصر کونکل گئی مگرآپ کنعان میں ہی رہے۔ حضرت ابراہیم جب کنعان میں رہتے تھے تو ان کا ایک بیٹا جس کا نام اسمٰعیل تھا۔ بچپن میں الٰہی حکم کے تحت مکہ پہنچادیا گیا۔ان کا دوسرا بیٹا اسحٰق تھا جوان کے ساتھ رہا۔۔‘‘ (تفسیر کبیر جلد5صفحہ245)

قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کا نام 69 مرتبہ آیا ہے اور چودھویں سورۃ کا نام ابراہیم ہے۔آپ قریباً 2000 قبل مسیح عراق میں بمقام آ ہواز یا بابل میں پیدا ہوئے وہاں سے ہجرت کر کے پہلے حاران میں آبسے پھر وہاں سے مع اپنے بھتیجے لوط ہجرت کر کے ملک شام کنعان میں آئے اور وہاں سے بیت المقدس میں آکر آباد ہوئے اور یہاں سے عرب اور مصر بھی تشریف لے گئے۔بعض روایات کے مطابق آپ کا زمانہ 2100 قبل مسیح کے ظہور کا خیال کیا جاتا ہے اور یہ کہ وہ بمقام اُر (Ur) پیدا ہوئے۔ وہاں ہی دعویٰ نبوت کیا اور مخالفت کی بنا پر وہاں سے حاران اور پھر کنعان چلے گئے۔وہاں سے مکہ شریف پہنچے۔آپ کا ذکر قرآن مجید کی متعدد آیات میں ملتا ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کے ساتھ مل کر کعبہ تعمیر کیا۔آپ کے بیٹے اسمٰعیلؑ کی اولاد عرب میں آباد ہے اور دوسرے بیٹے اسحٰقؑ سے بنی اسرائیل اور دوسرے قبائل ہوئے جوشام میں رہے۔ روایات کے مطابق شام ہی میں آپ کی وفات ہوئی اوران کی قبر شام ہی میں بتائی جاتی ہے۔تاہم یہاں ذکر تاریخی واقعات کا مدّنظر نہیں۔اصل مقصد تو یہ بیان کرنا ہے کہ کامیابیاں ہمیشہ سے ہجرتوں کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتی رہی ہیں۔

بنی اسرائیل کی ہجرت

’’اے بنی اسرائیل!اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور میرے عہد کو پورا کرو، میں بھی تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور بس مجھ سے ہی ڈرو‘‘ (البقرۃ 41)

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کا ذکر 49 مرتبہ آیا ہے۔روایات کے مطابق حضرت یعقوبؑ کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل نے فلسطین سے قریباً 1250 قبل مسیح میں مصر ہجرت کی اور وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کے ذریعہ ترقیات حاصل کیں اور اس قدر طاقتور تصور کئے جانے لگے کہ قومِ مصر یا قومِ فرعون کو خدشہ پیدا ہوا کہ بنی اسرائیل کہیں حکومت پر قابض نہ ہوجائیں لہٰذا مصر کے رہنے والوں نے ان پر مظالم شروع کردیئے۔ان مظالم کی طویل داستان ہے جن کا ذکر اکثر تواریخ کی کتب میں مذکور ہے۔

مصر سے ہجرت

مصر میں قوم فرعون کے انتہائی اور انسانیت سوز مظالم سے تنگ آ کر بنی اسرائیل، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی راہنمائی میں وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ حضرت مصلح موعودؓ تفسیر کبیر میں حضرت موسیٰؑ کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ’’حضرت موسیٰؑ مصر میں پیدا ہوئے وہاں سے مدین گئے وہاں شادی کی دس سال تک وہاں رہے اور پھر مصر لوٹے۔مصر سے بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین ہجرت کی۔۔۔(تفسیر کبیر جلد5صفحہ409)۔بنی اسرائیل کے مصر میں قیام

کے بارے میں مختلف روایات ہیں تاہم ان کا قیام قریباً 500 سال مصر میں رہا لیکن اتنے طویل عرصہ کے قیام کے باوجود انہوں نے اپنی انفرادیت قائم رکھی اور مصری معاشرے میں پوری طرح جذب نہ ہو سکے۔ مصر سے حضرت موسیٰؑ کی قیادت میں واپس فلسطین ہجرت کی۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ کا ذکر نام کے ساتھ سب انبیاء سے زیادہ 136 مرتبہ آیا ہے۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ کی قیادت میں ہجرت کے دوران کافی عرصہ بیابانوں میں محوسفر رہے۔ بالآخر فلسطین میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ہجرت کے نتیجہ میں بنی اسرائیل کی کامیابی کی داستان طویل ہے جس کا تذکرہ کرنا یہاں مقصود نہیں بلکہ صرف یہ ذکر کرنا مقصود ہے کہ کامیابیاں ہجرت کے نتیجہ میں ہی حاصل ہوتی رہی ہیں۔

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت اور لاثانی کامیابیوں کا مختصر ذکر

ہوا جو مکہ میں نور پیدا اسی کو مکہ نے دُور پھینکا
کبھی ملی ہے نبی کو عزت بتا تو اے معترض وطن میں
(کلامِ محمود)

ولادت باسعادت

''واقعہ اصحاب الفیل کے پچپیس روز بعد 12 ربیع الاول مطابق 20 اگست 570ء بروز پیر بوقت صبح آنحضرت ﷺ کی ولادت ہوئی۔'' (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد)

آغاز رسالت

''آنحضرت ﷺ کی عمر چالیس سال کی تھی اور طبیعت نبوت و رسالت کی پختگی کو پہنچ چکی تھی۔ رمضان کا مبارک مہینہ تھا اور اس کے آخری عشرہ کے ایام تھے اور پیر کا دن تھا۔ آنحضرت ﷺ حسب معمول غارِ حرا میں عبادت الٰہی میں مصروف تھے کہ یکلخت آپؐ کے سامنے ایک غیر مانوس ہستی نمودار ہوئی۔ اس ربّانی رسول نے جو خدائی فرشتہ جبرائیل تھا آپؐ سے مخاطب ہو کر کہا ''اِقْرَأْ'' پڑھ یعنی منہ سے بول یا لوگوں تک پہنچا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''مَـا اَنَـا بِقَـارِیٔ'' میں تو نہیں پڑھ سکتا۔۔۔ فرشتہ نے یہ جواب سنا تو آنحضرت ﷺ کو پکڑا اور اپنے سینے سے لگا کر بھینچا اور پھر چھوڑ کر کہا اِقْــرَأْ مگر آنحضرتؐ کی طرف سے پھر وہی جواب تھا۔'' (سیرت از مرزا بشیر احمد صفحہ 117) فرشتہ نے تین مرتبہ ایسے ہی کہا اور پھر سورۃ العلق کی آیات اس وقت نازل ہوئیں۔ اس طرح غارِ حرا میں آپؐ کو نبوت عطا ہوئی۔ روایات کے مطابق 9 ربیع الاول بمطابق 12 فروری 610ء بروز پیر وحی کا آغاز اور آپؐ کو نبوت تفویض ہوئی اور مکہ مکرمہ میں آپؐ نے اسلام کی تبلیغ کا آغاز فرمایا اور مخالفت کا دَور شروع ہو گیا۔

مسلمانوں کی ہجرت حبشہ

مکہ میں مسلمانوں کی شدید مخالفت کی بنا پر آنحضرتؐ نے بعض افراد کو حبشہ ہجرت کرنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ ماہ رجب 5 نبوی میں جن افراد نے ہجرت کی ان میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ لیکن ایک افواہ کی بنا پر کہ مکہ کے قریش مسلمان ہو گئے ہیں۔ ان میں سے بعض واپس لوٹ آئے۔ چونکہ یہ افواہ غلط تھی اس لئے واپس آنے والوں میں سے کچھ واپس حبشہ لوٹ گئے اور بعد ازاں اور بہت سے مسلمان مکہ والوں سے تنگ ہونے کی وجہ سے حبشہ ہجرت کرتے رہے اور ان مہاجروں کی تعداد ایک سو تک ہو گئی۔ اس طرح ہجرت کو بعض مورخین ہجرت حبشہ ثانیہ سے موسوم کرتے ہیں۔

ہجرت مدینہ

ہجرت کے سفر کا آغاز 4 ربیع الاول 14 نبوی مطابق 12 ستمبر 622ء کو آپ مدینہ پہنچے۔ نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال تک آپؐ مکہ مکرمہ میں رہے اور حکمِ خداوندی سے اسلام کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ جس کے نتیجہ میں اچھی خاصی تعداد دائرۂ اسلام میں داخل ہوتی رہی اور یہی وہ اصحاب تھے جن کے ذریعہ اسلام کی جڑیں مضبوط ہوئیں۔

آپؐ کو مدینہ منورہ تشریف لائے قریباً دو سال ہوئے تھے کہ کفار اور مشرکین حملہ آور ہوئے اور جنگ بدر ہوئی جس میں کفار کو شکست ہوئی اور ان کے بڑے بڑے سردار لقمہء اجل بنے۔ اس کے بعد مسلسل آپ کے دس سالہ قیام مدینہ کے دوران دشمنِ اسلام حملہ آور ہوتا رہا اور برابر شکستوں سے دو چار ہوتا رہا۔ ان حملوں اور لڑائیوں کی تعداد کم و بیش 35 بیان کی جاتی ہے۔ ان لڑائیوں کا تذکرہ

اسلام کی تواریخ میں بکثرت موجود ہے جس کے ذکر کا یہ موقعہ نہیں کیونکہ اس مضمون میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ قریباً تمام انبیاء کو پیغامِ حق پہنچانے میں ہجرتیں کرنی پڑیں۔حتّٰی کہ خاتم النبیینؐ کو بھی ہجرت کے بعد کامیابی نصیب ہوئی جو یقیناً لاثانی ہے کیونکہ آپؐ کے دس سال کے مختصر عرصہ میں ہجرت کے بعد قریباً سارے عرب میں اسلام کی ترویج ہوئی۔ بلکہ عرب کے جزیرہ نما کے علاوہ فلسطین ،ایران وعراق تک بھی اسلام کا پیغام پہنچنا شروع ہوگیا۔

وصال

آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال تک رہے اوران دس سالوں میں اسلام کی ترویج اللہ تعالیٰ کے فضل سے عروج کی انتہاء تک پہنچی اور پیغام الٰہی دور دراز تک پھیلا۔اور پھر مشیت ایزدی سے آپؐ کا وصال 12 ربیع الاول بروز پیر سن گیارہ ہجری میں بعمر 63 سال ہوا۔

بہرکیف اس مختصر عرصہ میں ہی اسلام کی غیرمعمولی ترقی ہوئی۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کامیابیاں ہجرتوں کے نتیجہ میں ہی زیادہ ترعمل میں آتی رہی ہیں۔

جماعت احمدیہ کی ہجرت

کامیابیاں ہجرتوں سے وابستہ ہونے کے ذکر میں مختصراً کچھ انبیاء علیہم السلام کے وطنوں سے بے وطن ہونے اور پھر نمایاں کامیابیاں حاصل ہونے کا حال بیان ہوا ہے۔

خداتعالیٰ کی قائم کردہ جماعت احمدیہ بھی اس قدرتی نظام سے باہر نہیں رہی۔ترقی کی منازل سرعت سے طے کرنے کیلئے اسے بھی ہجرت کرنی پڑی۔برصغیر کی تقسیم کی بنا پر پاکستان کے قیام پر جماعت کو 1947ء میں ہجرت کرنی پڑی اور پاکستان میں ربوہ کے نام کی بستی کے قیام کا موقعہ میسر آیا اور جماعت ترقی کی منازل طے کرنے لگی لیکن نئی بستی کے قیام اور ترقی کو دیکھ کر دشمن نے نئی انگڑائی لینی شروع کی۔اوراپنے وطن میں جماعت پر قسماقسم کی پابندیاں لگنی شروع ہوگئیں حتّٰی کہ نماز کی ادائیگی کیلئے اذان دینا بھی جرم قرار پایا تو امام جماعت حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو ربوہ پاکستان سے 1984ء میں ہجرت کرنی پڑی اور آپ ہجرت کرکے لنڈن،انگلینڈ چلے گئے اور وہاں جماعت کا مرکز قائم کیا۔اس ہجرت کے نتیجہ میں جیسا کہ قدرت کا قانون ہے جماعت کو مسلسل کامیابیوں پر کامیابیاں نصیب ہونے لگیں۔ ہجرت کے چند سال بعد ایم ٹی اے یعنی مسلم ٹیلیویژن احمدیہ کا قیام عمل میں آیا اوراس کے ذریعہ اسلام احمدیت کا پیغام ساری دنیا میں پہنچنے لگ گیا اوراب دنیا کے اکثر ممالک میں جماعتیں قائم ہوچکی ہیں اور جن ممالک میں ابھی تک باقاعدہ جماعتیں قائم نہیں ہوئیں ان میں بھی بڑی سرعت کے ساتھ ایم۔ٹی۔اے کے ذریعہ پیغام پہنچنے پر قائم ہوتی جارہی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب جماعت دن دوگنی اور رات چگنی ترقی کررہی ہے۔ اسلام احمدیت کے پیغام کودنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے مربیان تیار کرنے کا پہلے قادیان اور پھر ربوہ میں صرف ایک ادارہ جامعہ احمدیہ ہی تھا لیکن لنڈن ہجرت کے بعد کینیڈا، انگلینڈ، جرمنی، غانا اورافریقہ کے بعض دوسرے ملکوں میں بھی مبلغین تیار کرنے کیلئے جامعات قائم ہوچکے ہیں اورقائم ہورہے ہیں۔

جماعت احمدیہ کا مرکز لنڈن میں قائم ہونے کی وجہ سے اوراحمدیوں کو اپنے ملک میں تحفظ نہ ہونے کی وجہ سے لاتعداد احمدی ہجرت کرکے دنیا کے مختلف ممالک میں چلے گئے ہیں اور پردیسی ہونے کی وجہ سے وطن کی یاد ان کو ہرآن بے چین رکھتی ہے۔مگرانہیں اس حقیقت کو مدِّنظر رکھنا چاہیئے کہ ترقی ہجرتوں کی ہمیشہ سے مرہون منت رہی ہے حتّٰی کہ انبیاء کو بھی ترقی کی منازل طے کرنے کیلئے ہجرتیں کرنی پڑیں۔امریکہ کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے کہ جب یورپ میں کیتھولک کی تنظیم سے علیحدہ ہوکر پروٹیسٹنٹ (Protestant) کی تنظیم میں شامل ہونے والوں پرظلم ہونے لگا تو انہوں نے ایسے ملک میں قیام کو ترجیح دی جہاں مذہبی آزادی ہو۔اس طرح وہ اپنے اپنے یورپ کے ممالک کو چھوڑ کر امریکہ چلے گئے۔انہیں اس ترک وطن کے نتیجہ میں اس قدر ترقیات سے نوازا گیا کہ اس وقت امریکہ دنیا کی واحد طاقت ہے۔

کرو دجال کو تم سرنگوں اطرافِ عالم میں
کہ ہے لبریز دل اس کا محمدؐ کی عداوت سے
کبھی مغرب کی باتوں میں نہ آنا اے میرے پیارو
نہیں کوئی ثقافت بڑھ کے اسلامی ثقافت سے
یہ ظاہر میں غلامی ہے مگر باطن میں آزادی
نہ ہونا منحرف ہرگز محمدؐ کی حکومت سے

(ازکلامِ محمود)

جماعت احمدیہ برطانیہ کی جوبلی پر

(25جولائی2013)

عطاءالمجیب راشد

آج سے سو سال پہلے بیج جو بویا گیا
رفتہ رفتہ اِک شجر بن کر وہ ہر سو چھا گیا

آیا تھا فتحِ محمدؐ بن کے فتح کا نشاں
کامیابی نے قدم چومے ، ہوا وہ کامراں

رات کی تاریکیوں میں سجدہ گاہ کو تَر کیا
اُس کی آہوں کو خدا نے آسماں پر سن لیا

مہدئ موعودؑ کے اصحابؓ بھی آتے رہے
مرکزِ تثلیث میں توحید پھیلاتے رہے

اِن ستاروں کی ضیاء سے روشنی ہونے لگی
اہلِ مغرب سے جدا سب تیرگی ہونے لگی

شہرِ لندن میں جو راشد اوّلیں مسجد بنی
رہتی دنیا تک رہے گی بن کے عنوانِ جلی

عورتوں نے دے کے زیور باب اک نادر لکھا
جگمگائے گا جبینوں پر یہ اک جھومر سدا

واقفینِ زندگی نے روز و شب تبلیغ کی
گھپ اندھیروں میں بکھیری دینِ حق کی روشنی

اک بشیرِ آرچرڈ نے بن کے احمدؐ کا غلام
پا لیا درگاہِ مولیٰ میں بہت عالی مقام

قدرتِ ثانی کے مظہر بھی یہاں آتے رہے
ہر کسی کو زندگی کا جام وہ دیتے رہے

یہ بنے گا مسکنِ طاہر ، تھا کس کو یہ گماں
اور پھر تو بن گیا مرکز خلافت کا یہاں

جلوہ گر نورِ خلافت پھر ہوا کس شان سے
پانچویں مظہر کا آنا بام پر کس آن سے

بن گئی ہے مرکزِ رشد و ہدایت یہ جگہ
نور کا چشمہ رواں ہے روز و شب صبح و مسا

حضرتِ مسرور کی آواز عالَم کی زباں
گونجتی ہے شش جہت میں اب نوائے قادیاں

آ رہے ہیں رفتہ رفتہ اڑ کے روحانی طُیور
مہدئ مسعود کے الفاظ کا تازہ ظہور

آئے گی اک روز مہدی کے حدیقہ میں بہار
”ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار“

خواجہ عبدالغفار ڈار صاحب

گر سو برس رہا ہے۔ آخر کو پھر جُدا ہے

خواجہ منظور صادق۔راولپنڈی

راولپنڈی کے ایک معروف بزرگ محترم خواجہ عبدالغفار ڈار صاحب بھی 5فروری2013ء کی شام 100 سے کچھ ہی کم یعنی 97سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔اناللہ واناّ الیہ راجعون۔

دنیا بھی اِک سرا ہے بچھڑے گا جو مِلا ہے
گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جُدا ہے

محترم ڈار صاحب عمر رسیدہ اور ضعیف العمر ہونے کے باوجود آخر دم تک صحت مند اور بقائمی ہوش وحواس تھے۔معمول کے مطابق کھاتے پیتے اور کسی سہارے کے بغیر چلتے پھرتے رہے۔ وفات کے روز بھی دوپہر کا کھانا کھایا اور عصر کے وقت چائے پی رات کے کھانے کا حسبِ معمول پوچھا۔ جب تقریباً دس بجے ان کا نواسہ ان کے کمرے میں گیا اور بات کی تو کوئی جواب نہ پایا، ہلانے جُلانے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ وہ تو چپکے ہی سے اور کسی کو بتائے بغیر اس دارِفانی سے کُوچ کر کے اللہ کے حضور حاضر ہو چکے ہیں۔اگلے روز انکی بعد نمازِ ظہر نمازِ جنازہ ادا کی گئی جس کے بعد بوجہ موصی میّت تدفین کیلئے ربوہ بھجوائی گئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 8فروری2013ء بمقام لندن میں محترم ڈار صاحب کا تفصیل سے ذکر فرمایا اور نمازِ جنازہ غائب بھی پڑھائی، زہے نصیب۔

محترم ڈار صاحب کشمیر کے ایک معروف ڈار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔آبائی علاقہ ناسنور (مقبوضہ کشمیر) تھا جو آج بھی احمدیت کا گڑھ ہے۔محترم ڈار صاحب کے دادا حضرت حاجی عمر ڈار صاحب کو 1894ء میں کشمیر سے قادیان جا کر حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا اور یوں آپ کی زندگی میں ایک انقلاب آگیا۔آپ کی بیعت کا باعث بننے والا واقعہ اور حالات ایمان افروز ہیں۔بتایا جاتا ہے کہ خواجہ عمر ڈار صاحب کی تجارت سیالکوٹ میں بھی تھی اور اپنے ہم زلف رمضان بٹ محلّہ کشمیریاں سے اُن کی آمدورفت وروابط تھے۔اس محلّہ میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک رفیقِ خاص حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بھی رہتے تھے۔حاجی عمر ڈار صاحب حجِ کعبہ کی نیت سے گھر سے چلے۔ بمبئی پہنچے تو معلوم ہوا کہ راستہ بوجہ طاعون بند ہے۔آپ واپس پھر سیالکوٹ آگئے اور مولوی عبدالکریم صاحب کی تحریک پر اُن کے ساتھ قادیان چلے گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات ہوئی اور آپ کے درس میں شامل ہوئے۔درس میں حضورؑ نے فرمایا۔بعض لوگ حج بھی کرتے ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں۔روزہ بھی رکھتے ہیں مگر رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے۔خواجہ صاحب کا اپنے بھائی کے ساتھ زمین کا جھگڑا تھا۔آپ اس درس سے بڑے متاثر ہوئے اور وہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اپنے بھائیوں کے ساتھ زمین کا جھگڑا ختم کر دیا۔حضور کی بیعت میں آنے کے بعد انکی زندگی میں نمایاں تبدیلی آگئی اور ان کا اوڑھنا بچھونا تبلیغِ احمدیت ہوگیا چنانچہ آپ کی تبلیغ سے احمدیت سارے ناسنور اور ملحقات میں پھیلی۔آپ موصی بھی تھے اور ان کا کتبہ بھی مقبرہ بہشتی قادیان میں نصب ہے۔

(الحکم قادیان1901ء) (تاریخِ احمدیت جموں و کشمیر مرتبہ مولانا اسداللہ قریشی صاحب صفحہ30-31)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''حقیقۃ الوحی'' میں آپ کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ حضورؑ اپنی صداقت کے نشانات کا تذکرہ فرماتے ہوئے پانچویں نشان کے ذیل میں رقمطراز ہیں۔

''5۔ پانچواں نشان ایک پیشگوئی ہے جو رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ مئی 1906ء کے ٹائٹل پیج کے آخر ورق کے پہلے حصہ میں درج ہے اور وہی پیشگوئی

اخبار بدر جلد 5 نمبر 19 مورخہ 10 مئی 1906ء میں مندرج ہے اور ایسا ہی وہی پیشگوئی اخبار الحکم مورخہ 5 مئی 1906ء اور نیز پرچہ الحکم مورخہ 10 مئی 1906ء میں مع تشریح درج ہو کر شائع ہو چکی ہے چنانچہ ہم اُس پیشگوئی کو اس جگہ لکھتے ہیں جو رسالہ مذکورہ اور دونوں اخباروں میں درج ہو چکی ہے اور بعد میں جس طرح وہ پوری ہوئی اُس کو لکھیں گے۔ اور وہ پیشگوئی مع اُسی زمانہ کی تشریح کے یہ ہے"

"الہام 5 مئی 1906ء پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن۔ ثلج کا لفظ عربی ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ وہ برف جو آسمان پر پڑتی ہے اور شدّت سردی کا موجب ہو جاتی ہے اور بارش اُس کے لوازم میں سے ہوتی ہے اُسکو عربی میں ثلج کہتے ہیں ان معنوں کی بناء پر اس پیشگوئی کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ بہار کے دنوں میں ہمارے ملک میں خدا تعالیٰ غیر معمولی طور پر یہ آفتیں نازل کرے گا اور برف اور اُسکے لوازم سے شدّت سردی اور کثرت بارش ظہور میں آئے گی (یعنی کسی حصہ دنیا میں جو برف پڑے گی وہ شدّت سردی کا موجب ہو جائے گی)"

"یہ پیشگوئی جو مع تشریح رسالہ ریویو آف ریلیجنز اور پرچہ اخبار اور الحکم میں اُسکے ظہور سے نو (9) ماہ پہلے لکھی گئی تھی اور ظہور کے لئے بہار کا موسم معین کیا گیا تھا۔ صفائی سے پوری ہو گئی یعنی جب عین بہار کا موسم آیا اور باغ پھولوں اور شگوفوں سے بھر گئے تب خدا تعالیٰ نے اپنا وعدہ اس طرح پر پورا کیا کہ کشمیر اور یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں برف باری حد سے زیادہ ہوئی جسکی تفصیل ابھی ہم انشاء اللہ چند اخباروں کے حوالہ سے لکھیں گے لیکن اِس ملک میں بموجب منشاء پیشگوئی کے خاص اُس حصہ ملک میں وہ شدّت سردی اور کثرتِ بارش ہوئی کہ ملک فریاد کر اُٹھا اور ساتھ ہی بعض حصہ میں اس ملک کے اس قدر برف پڑی کہ لوگ حیران ہو گئے کہ کیا ہونے والا ہے۔ چنانچہ آج ہی 25 فروری 1907ء کو ایک خط بنام حاجی عمر ڈار صاحب (جو باشندۂ کشمیر ہیں اور اس وقت میرے پاس قادیان میں ہیں) عبدالرحمٰن ان کے بیٹے کی طرف سے کشمیر سے آیا ہے کہ ان دنوں میں اس قدر برف پڑی ہے کہ تین گز تک زمین چڑھ گئی اور ہر روز ابرِ محیطِ عالم ہے یہ وہ امر ہے کہ کشمیر کے رہنے والے اس سے حیران ہیں کہ بہار کے موسم میں اسقدر برف کا گرنا خارق عادت ہے۔"

(روحانی خزائن جلد22 حقیقة الوحی صفحہ 471-472)

محترم ڈار صاحب کے والد حضرت عبدالقادر ڈار صاحب اور ایک چچا حضرت عبدالرحمٰن ڈار صاحب کو بھی حضرت اقدسؑ کے رفقاء ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس دینی اور دنیاوی ہر دو لحاظ سے معزز اور قابلِ فخر خاندان میں آپ کی پیدائش مارچ 1916ء میں ہوئی۔ پرائمری کا امتحان اپنے گاؤں کے قریب ہی واقع یاڑی پورہ مڈل سکول سے پاس کیا۔ بارہ سال کی عمر کو پہنچے تو والدین نے انہیں اُنکی اپنی خواہش پر حصول تعلیم کیلئے قادیان بھجوا دیا۔ محترم ڈار صاحب کی یہ خوش قسمتی تھی کہ بچپن کی عمر میں ہی آپ کو قادیان کی مقدس بستی میں جانے اور دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی علوم حاصل کرنے اور صحبت صالحین سے بھرپور استفادہ کرنے کے مواقع ملے اور پھر مزید خوش قسمتی یہ تھی کہ قادیان میں آپ کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے خاندان مبارکہ میں حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب اور حضرت صاحبزادی نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ کے گھر میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ قادیان میں برسوں قیام سے وابستہ خوشگوار یادوں کا تذکرہ آپ نے اپنی کتاب "داستانِ کشمیر" میں تفصیل سے کیا ہے۔

محترم ڈار صاحب نے قادیان میں ہی ثانوی تعلیم مکمل کی اور پھر 1938ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ڈوگرہ راج کے مظالم اور غلامی سے کشمیریوں کو نجات دلانے کے سلسلہ میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے تحریکِ آزادیٔ کشمیر میں جو کار ہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ ان کی تاریخ بہت طویل ہے چنانچہ انہی کارناموں میں سے ایک کارنامہ سری نگر سے ایک ہفت روزہ اخبار "اصلاح" کا اجراء بھی شامل ہے۔ یہ اخبار حضرت مصلح موعودؓ کے ایماء اور منظوری سے 1934ء میں جاری کیا گیا تھا۔ محترم ڈار صاحب نے جب مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اس وقت حضور کی نگرانی اور سرپرستی میں اس اخبار کی ادارت کے فرائض چودھری عبدالواحد صاحب انجام دے رہے تھے اور یہ اخبار کشمیری مسلمانوں کے جذباتِ حُرّیت اور اُمنگوں کا ایک حقیقی ترجمان بن چکا تھا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے محترم خواجہ عبدالغفار ڈار صاحب کو اس اخبار کا نائب مدیر مقرر فرمایا اگرچہ آپ کو صحافت کا کوئی عملی تجربہ نہ تھا مگر حضور کی نظرِ انتخاب نے آپ کی صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ لگا کر آپ کو یہ خدمت سونپی تھی چنانچہ آپ نے حضور کی توقعات کے مطابق کام کیا۔ بعد میں آپ کو "اصلاح" کے مدیر کی حیثیت سے بھی خدمات بجالانے کی

توفیق ملی۔ اخبار''اصلاح'' میں ذمہ داریاں سنبھالنے کا واقعہ بھی آپ کے اطاعتِ امام کے جذبہ کی عکاسی کرتا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

''چونکہ تعلیم سے فراغت کے بعد مجھے زندگی کے کسی شعبہ کسی کاروبار یا ملازمت کے ساتھ وابستہ ہونا تھا اور میرے بھائی لوگ تحریک کررہے تھے کہ ان کے کاروبار دکانداری میں شرکت کی جائے اس طرح ایک دوملازموں کی بچت بھی ہوجاتی اور انہیں ایک لکھے پڑھے شریک کار کی خدمت بھی حاصل ہوتی اگر میں اپنی خاندانی تجارت اور کاروبار سے وابستہ ہوجاتا تو ظاہر ہے کہ میں ساری زندگی ایک محدود ماحول میں پھنس جاتا تاہم میں انکار بھی نہیں کرسکتا تھا طے یہ ہوا کہ میں اپنے حضرت صاحب (حضرت مصلح موعودؓ) کی خدمت میں مشورہ کیلئے خط لکھتا ہوں اور وہاں سے جو جواب اور فیصلہ آئے گا اُسی میں میرے لئے خیروبرکت ہوگی۔

چنانچہ میں نے حضور کے نام خط لکھا کہ اگر حضور مشورہ دیں تو میں کسی باہر کے ملک میں چلا جاؤں بعض میرے ساتھی لندن وغیرہ جاچکے تھے میرا ذاتی رجحان سیلانی بندہ ہونے کی وجہ سے اس طرف زیادہ تھا تاہم میں نے اپنے بھائی صاحبان کے تقاضے کا بھی لکھ دیا کہ وہ مجھے اپنے موروثی کاروبار میں شریک کرنا چاہتے ہیں تیسری بات میں نے یہ لکھ دی کہ اگر میں ملازمت اختیار کروں تو محکمہ تعلیم ریاست جموں وکشمیر کے کسی ہائی سکول کا بہ آسانی عربی ٹیچر مقرر ہوسکتا ہوں اب میں زندگی کے اس اہم موڑ کی بات اس طرح عرض کرتا ہوں جس طرح یہ وقوع پذیر ہوئی۔

میں اپنے آسودہ حال گھرانے میں خوش وقت تھا۔ حضرت صاحب کی طرف سے جواب کا منتظر تھا اور یہ بات طے تھی کہ جو بھی مشورہ یا حکم آیا اس کی تعمیل کرنا میرا فرض ہوگا۔ ایک دن میں نے اپنا گھوڑا گھر کالیا اور سات آٹھ میل مسافت پر واقع اپنے قصبہ شوپیان شاپنگ کیلئے چلا گیا جب میں نے دریائے وشو کو عبور کیا تو مجھے خوب یاد ہے زوردار پانی کے ریلے سے میرے گھوڑے کی ٹانگیں لڑکھڑائیں۔

گھوڑا منہ زور اور جواں سال تھا اور سوار بھی باہمت تھا اور اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا فضل شاملِ حال تھا گھوڑا اس خطرہ کی جگہ سے بحفاظت نکل گیا اور سڑک پر کسی قدر گھبراہٹ کے ساتھ دوڑنے لگا میں اسے لگام کس کر آہستگی سے چلنے کی کوشش کررہا تھا کہ سامنے سے ایک کشمیری پنڈت ہرکارہ ہمارے گاؤں اور اس علاقہ کے لوگوں کے نام ڈاک لے کر آرہا تھا وہ مجھے جانتا پہچانتا تھا اس نے ہاتھ سے اشارہ بھی کیا اور آواز بھی دی کہ میرے نام اس کے پاس ایک خط ہے چونکہ گھوڑا بد کا تھا لہٰذا میں نے اسے بہرحال ٹھہرایا اور اپنے نام کا لفافہ ڈاکئے سے وصول کیا میں نے شوپیان کی طرف جاتے ہوئے ریشی نگر کے مقام پر یہ خط کھولا اس میں نہ صرف مشورہ تھا بلکہ ایک طرح کا حکم نامہ بھی تھا کہ آپ سری نگر میں مولوی عبدالواحد صاحب سے دفتر اخبار اصلاح میں جا کر ملیں وہ آپ کو بتائیں گے کہ آپ نے کیا کام کرنا ہے۔ اس خط میں حضور نے ''عزیزم عبدالغفار'' کے نام سے مجھے یاد فرمایا تھا اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے حضور نے میرے مولوی فاضل کے امتحان میں پاس ہونے کی مبارکباد بھی تحریر فرمائی تھی۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے
سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

میں شوپیان قصبے میں پہنچا نہ کسی سے مشورہ کیا اور نہ کسی کے ساتھ گفتگو کی۔ اپنے گاؤں کا ایک نوجوان جو کسی عدالت میں تاریخ بھگتنے آیا تھا اور واپس گاؤں پیدل جانے والا تھا اپنا گھوڑا اس کے حوالے کردیا اور اسے کہا کہ گھر والوں کو بتا دینا کہ مجھے حضور کا خط ملا ہے اس کی تعمیل میں میں سرینگر چندروز کیلئے جارہا ہوں یہاں سے ہی مجھے بس ملتی تھی جبکہ خرچہ جیب میں تھا میں خدا کے فضل سے سری نگر پہنچا اور اپنی ہمشیرہ کے ہاں جا کر فروکش ہوا رات گزاری۔ اگلے دن مائی سمہ بازار امیراکدل میں پوچھتے پاچھتے ہفت روزہ ''اصلاح'' کے دفتر پہنچ گیا۔ چودھری عبدالواحد صاحب انچارج ایڈیٹر اصلاح سے ملاقات ہوئی وہ میرے استادِ محترم بھی تھے اور انہوں نے اخبار اصلاح کو اپنی محنت شاقہ سے اس مقام پر پہنچایا تھا کہ انہیں مدیر معاون کی ضرورت تھی چونکہ اصلاح آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر مرزا بشیرالدین محمود صاحب کے زیرفرمان تھا میں نے ان کا خط ان کی خدمت میں پیش کردیا انہوں نے فرمایا کہ بس ٹھیک ہے یہ خط آپ کے نام بمنزلہ آپ کی تقرری کے ہے۔ آپ نے ہمارے ساتھ کام کرنا ہوگا اور امر واقعہ یہ ہے کہ اسی دن سے میں ہفت روزہ اصلاح سری نگر کے عملہ میں شامل ہوگیا۔ قیام وطعام کی کوئی مشکل نہ تھی۔ چندروز میں فتح کدل، امیراکدل آتا جاتا رہا۔ کچھ ہی دن کے بعد مجھے

بارہ مولہ ایک اخباری مہم پر روانہ کیا گیا جہاں سے کامیابی کے ساتھ واپس لوٹا۔ غالبًا اس کے ایک ہفتہ کے بعد ہی میں اپنے گاؤں چلا گیا محکمہ کا چگری مسجد میں آ کر دو روپے ماہوار کرایہ پر مکان لے لیا۔ اور اپنی فیملی کو سری نگر لے آیا۔ اس کے چند ہی دنوں بعد ہفت روزہ اصلاح میں مرا نام بطور مدیر معاون شائع ہونے لگا، یہ ہے جناب میری صحافتی زندگی کے آغاز کی کہانی۔''

(داستان کشمیر مرتبہ خواجہ عبدالغفار ڈار صفحہ 102-104)

اخبار''اصلاح'' کے عملے کی حیثیت سے ان کی قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات بھی ایک تاریخی واقعہ ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ''حضرت قائداعظم نے سری نگر میں قیام کے دوران ایک مرتبہ خواہش کی کہ میں کسی ایسے شخص سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں جو ریاست جموں وکشمیر کے مضافات کے حالات سے آگاہ ہو اور وہ میری معلومات میں جو میں چاہتا ہوں اضافہ کر سکے چنانچہ اس موقعہ پر چودھری عبدالواحد صاحب چیف ایڈیٹر ہفت روزہ کا اصلاح کا انتخاب ہوا اور انہوں نے قائداعظم سے ایک گھنٹہ سے زیادہ طویل ملاقات کی۔ قائداعظم اس ملاقات سے بے حد متاثر ہوئے اور اس ملاقات کا تذکرہ چودھری ظہور احمد صاحب کی''کشمیر کہانی''، میں تفصیل کے ساتھ درج ہے۔

یہ بھی ایک اتفاقِ حسنہ ہے کہ اس خاکسار کو بھی ایک وفد کے ساتھ شمولیت کے دوران قائداعظم سے نہ صرف ملاقات کا موقع ملا بلکہ کچھ معروضات بھی میں نے ان کے ایک سوال کے جواب میں عرض کیں۔(داستانِ کشمیر صفحہ439)

''اصلاح'' سے کئی سال وابستہ رہنے کے نتیجہ میں آپ کو کشمیر کے دُور دراز علاقوں کے سفر کرنا پڑے۔ اسی دوران کشمیری زعماء اور بااثر شخصیات سے آپ کے رابطے ہوئے اور ان کا تعارف حاصل ہوا جو بعد کی زندگی میں آپ کے بہت کام آیا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ کے بعد خلفائے احمدیت میں سے بھی اگر کسی کو کشمیری لیڈروں یا قائدین میں سے کسی کے ساتھ کوئی رابطہ کرنے کی ضرورت پڑتی تو اکثر محترم ڈار صاحب کی ہی خدمات حاصل کی جاتیں۔ آپ کو زندگی بھر ہر خلیفۂ وقت کی قربت اور اعتماد حاصل رہا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی کشمیر نوازی اور محترم ڈار صاحب کی خوش بختی کی ایک اور مثال یہ ہے کہ حضور نے ذرہ نوازی فرماتے ہوئے آزاد کشمیر کے بانی صدر اور تحریکِ آزادی کشمیر کے معمار محترم خواجہ غلام نبی گلکار صاحب اور محترم خواجہ عبدالغفار ڈار صاحب کو جماعتِ احمدیہ پاکستان کی مجلسِ شوریٰ کا تاحیات اعزازی ممبر نامزد فرمایا۔ جبکہ باقی ممبران ہر سال منتخب ہو کر مجلس مشاورت میں آتے ہیں۔ محترم گلکار صاحب کی 1975ء میں وفات کے بعد محترم عبدالغفار ڈار صاحب واحد شخص تھے، جو زندگی کے آخری سال تک حضرت مصلح موعودؓ کی اس عنایت اور ذرّہ نوازی سے مستفیض ہوئے جس پر آپ ہمیشہ فخر اور ناز کیا کرتے تھے۔

1947ء میں تقسیمِ ہند کے حالات اور کشمیر کی ریاستی حکومت کی سختیوں اور جابرانہ احکامات کے نتیجہ میں اخبار''اصلاح'' کا جاری رہنا مشکل ہو گیا تھا چونکہ ریاستی حکومت نے اخبار بند کر کے محترم ڈار صاحب کے وارنٹ گرفتاری جاری کئے تھے، چنانچہ حضور (حضرت مصلح موعودؓ) کے مشورہ سے آپ کو بھیس بدل کر پاکستان آنا پڑا۔ کوئی شخص ان دنوں سرینگر سے پاکستان کی طرف نہیں جا سکتا تھا۔ متعدد سرحدی راستے مسدود ہو چکے تھے، محترم ڈار صاحب اپنے واقعہ ہجرت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''اچانک جولائی 1948ء کے ایک کانوائے کی روانگی کا علم ہوا جو اگلی صبح کو مسلمانانِ جموں کے بچے کھچے ان مسلمانوں کو پاکستان لے جا رہا تھا جو سرینگر کیمپ میں موجود تھے۔ اس کیمپ میں کٹھوعہ ہائی سکول کے ایک عربی مدرس سید محمد عبداللہ صاحب فاضل صاحب جو میرے ہی ہاتھوں عربی مدرس تعینات ہو چکے تھے۔ رات کو گیارہ بجے خفیہ خفیہ میرے پاس اصلاح بلڈنگ میں پہنچ گئے اور بتایا کہ بھمبر کی ایک فیملی کا ایک فرد کم ہے اور وہ صاحب محمد ابراہیم نام کے دوست تھے، وہ کچھ ہی دن قبل اس کانوائے کا انتظار کرتے ہوئے اکیلے ہی سرحد پار جا چکے تھے اس کی جگہ میں بھیس بدل کر اس فیملی میں شامل ہو سکتا ہوں اس طرح اگر مجھے انتظام منظور ہو تو میں فوری اس کی منظوری دے دوں چونکہ انتظام ثقہ اور خطرے سے خالی تھا چنانچہ میں حلیہ بدل کر سید محمد عبداللہ صاحب کے ساتھ اگلے روز علی الصبح حضوری باغ سرینگر سے روانہ ہونے والے اس کانوائے میں بیٹھ گیا۔ جموں شہر میں جب یہ بہت بڑا کانوائے انڈین آرمی کے ٹرکوں اور گاڑیوں میں ایک جگہ پہنچا تو یہ جگہ سُنسان سی تھی معلوم ہوا کہ اب چونکہ بارڈر قریب تھا اس جگہ تمام مسافروں کی جامہ تلاشی ہوگی اور جس کے ساتھ جو سامان بھی ہے اس کی چیکنگ کی جائے گی۔ میرا بالکل ہلکا پھلکا سا ایک بیگ تھا جس میں میں نے ایک ٹوپی اور ایک دو جوڑے کپڑوں کے علاوہ ایک خفیہ سی جگہ میں ایک میمورنڈم بھی

رکھا ہوا تھا۔ انہی دنوں میں اقوام متحدہ کا کشمیر کمیشن ہندوستان پاکستان کی حکومتوں سے مذاکرات کیلئے آیا ہوا تھا۔ سرینگر میں تحریک پاکستان میں اپنی اپنی بساط کے مطابق مختلف گروپ سرگرم عمل تھے۔ ایک گروپ جس کے ساتھ خاکسار کسی واسطے سے منسلک تھا وہ مولوی نورالدین صاحب، خواجہ غلام نبی گلکار صاحب، آغا شوکت علی، ڈاکٹر نذیرالاسلام، پروفیسر محمد اسحاق، شیخ عبدالحئ وغیرہ بہت سے اصحاب پر مشتمل تھا۔ انہوں نے بزبان انگریزی ایک میمورینڈم تیار کیا تھا کہ کسی طرح کشمیر کمیشن کے ممبران تک یہ دستاویز پہنچائی جائے۔ اتفاق سے اس کی ایک کاپی میرے پاس پہنچ چکی تھی کہ اگر کوئی ذریعہ بنے تو میں یہ میمورنڈم پاس آن کردوں۔ یہ میمورنڈم میں نے اپنے بیگ میں رکھ چھوڑا تھا راستے میں میں اسے اِدھر اُدھر اپنی گاڑی کے کسی کونے کھدرے میں بھی رکھ دیتا تھا تاکہ کسی وقت اچانک چھاپہ پڑ جانے کی صورت میں یہ دستاویز میرے بیگ سے برآمد نہ ہو۔ تلاشی کے مقام پر آنکھ بچا کر میں اسے ایک جھاڑی میں چھوڑ آیا تاکہ جان سلامت رہے اور کوئی مسئلہ ہی نہ رہے، جب تلاشی کا یہ سلسلہ ختم ہوا تو نظر بچا کر میں پھر یہ خاکی لفافہ جھاڑی میں سے نکال کر لے آیا اور اپنی گاڑی کے ایک پائیدان میں چھپا کر رکھ دیا جب سیالکوٹ بارڈر پر اس کانوائے کے تمام مسافروں کو آزاد کر دیا گیا تو میں نے یہ لفافہ بھی سنبھال لیا اور دیگر تمام مسافروں کے ساتھ بفضلِ تعالیٰ میں دوسری دفعہ سرزمینِ پاکستان میں داخل ہوا۔ اس دورے سے قبل اکتوبر 1947ء میں جبکہ آنا جانا ممکن تھا پاکستان کی پہلی دفعہ زیارت کر چکا تھا۔

سیالکوٹ میں ایک جمِ غفیر تھا اس کانوائے میں جموں کے سانحہ میں شہید ہونے والے لوگوں کے لواحقین کی بہت بڑی تعداد تھی ان کا استقبال کرنے والے سیالکوٹ پہنچے تھے ان کے رشتے دار بھی جمع ہوگئے تھے۔ ایک دوسرے سے ملنے والے رو رہے تھے، کچھ خوش بھی ہو رہے تھے آخرکار تمام مسافروں میں جو زیادہ تر فیملیوں کی صورت میں تھے میرا نہ کوئی استقبال کرنے والا تھا جس فیملی کے ساتھ تھا اس نے اپنا راستہ لے لیا۔ اتنے میں مجھے سول لباس میں آئے ہوئے پاکستانی خفیہ کارندوں نے بھانپ لیا کہ ساری کانوائے میں یہ منفرد قسم کا آدمی ہے، ہو نہ ہو کسی ایجنسی کا آدمی ہوگا۔ بات تو ان کی ٹھیک تھی مگر میں اس طرح کا کوئی مشکوک آدمی نہ تھا۔ اِدھر اُدھر کی تحقیقاتی باتوں کے بعد انہوں نے مجھے ڈی۔ ایس۔ پی صاحب کے دفتر میں پہنچا دیا۔ ہر چند میں نے ان کو باور کرا دیا کہ میں ٹھیک ٹھاک آدمی ہوں مجھے پاکستان آنا تھا بس میں پاکستان آ گیا میری منزل لاہور ہے مجھے لاہور جانے دیجئے۔ سیالکوٹ میں رشتہ داروں کا واقف کاروں کا بہت کچھ حوالہ دیا اچانک مجھے یاد آیا کہ سیالکوٹ میں تو ڈی سی صاحب میرے جاننے والے ہیں۔ چنانچہ جب میں نے بڑے تحکم کے ساتھ ایم۔ایم۔احمد ڈی سی صاحب (صاحبزادہ مرزا مظفر احمد) کا حوالہ دیا تو انہوں نے ٹیلیفون پر مجھے ڈی سی صاحب سے ملا دیا۔ اب شام ڈھل رہی تھی ڈی سی صاحب سے بات ہوئی تو ان کے حکم کے مطابق مجھے ان کے گھر پہنچا دیا گیا اور اگلے روز میں رتن باغ لاہور پہنچا مجھے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سابق صدر مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے سرینگر سے آنے کیلئے کہا ہوا تھا اور وہ کوئٹہ تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ میں نے اپنی حاضری کی رپورٹ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ جو اس وقت لاہور میں حضور کے قائم مقام امیر تھے کو کر دی۔ چند روز کے بعد مجھے کوئٹہ پہنچ کر حضرت صاحب سے ملنے کی سعادت ہوئی یہ بھی مقامِ شکر ہے کہ جان میں جان آ گئی۔ مقبوضہ کشمیر کے سارے حالات جو مجھے معلوم تھے رپورٹ کر دیئے گئے۔ ایک امر قابل ذکر یہ ہے کہ جب میں نے سانحہ جموں میں مسلمانوں کے قتلِ عام کے واقعات عرض کئے تو آپ نے فرمایا کہ جموں کا یہ سانحہ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کے قتلِ عام کے بالمقابل زیادہ سنگین نوعیت کا ہے۔ حضور بہت رنجیدہ ہوگئے کچھ احمدی احباب بھی اس سانحہ میں شہید ہوئے تھے وہ واقعات بھی عرض کئے گئے اور جو میں ایک میمورنڈم ساتھ لایا تھا اس کے ساتھ ایک اور کتابچہ بھی میں اپنے ہمراہ لے کر آیا تھا وہ تھا آزاد کشمیر حکومت کے قیام کے سلسلے میں وہ مشہور و معروف پمفلٹ جو مسٹر ریڈی اور مشہور کانگریسی عبدالرحمن میٹھا نے راولپنڈی میں اپنی نظر بندی سے رہا ہو کر دہلی پہنچ کے لکھا تھا اس کا عنوان تھا

''پاکستان کا بھانڈا چوراہے پر'' اس میں ان دنوں باخبر کانگریسیوں نے انکشاف کیا تھا اور پوری تحقیق کے بعد لکھا تھا کہ آزاد کشمیر حکومت کا قیام مرزا بشیرالدین محمود احمد سابق صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے زرخیز دماغ کی پیداوار ہے۔ سرینگر میں اس ٹریکٹ کی شیخ عبداللہ کی ایمرجنسی گورنمنٹ نے بھی خوب اشاعت کی تھی جس کی واحد کاپی جو میرے پاس تھی وہ بھی میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا دی تھی۔

('داستانِ کشمیر' سے ماخوذ)

محترم ڈار صاحب جولائی 1948ء میں پاکستان آنے کے بعد راولپنڈی میں

سکونت پذیر ہوئے۔ انہیں جماعت راولپنڈی میں مختلف عہدوں پر نمایاں خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ آپ کو ایک طویل عرصہ تک سیٹلائیٹ ٹاؤن غربی کے حلقہ کے صدر۔ سیکرٹری مال۔ رشتہ ناطہ اور پھر سیکرٹری جائیداد کے طور پر کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور آپ کا حلقہ جماعتی چندوں کی وصولی کے لحاظ سے ہمیشہ سابقون الاولون میں شمار ہوتا۔ آپ نماز باجماعت کی سختی سے پابندی کرتے جب تک صحت نے اجازت دی آپ نمازیں سینٹر میں اور جمعہ جماعت کی مرکزی عبادت گاہ میں آکر ادا کرتے رہے اور بڑھاپے کی کمزوری آپ کی اس باقاعدگی میں کبھی آڑے نہ آئی۔ محترم ڈار صاحب کی ایک خوبی یہ تھی کہ آپ نڈر اور بے باک اور مخلص احمدی تھے۔ کسی محفل یا جگہ جاتے احمدیت کو کبھی نہ چھپاتے اور بے خوف وخطر بانگ دہل اپنے احمدی ہونے کا اظہار کرتے اور تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ جماعتی اجلاسوں اور اجتماعات میں بھی آپ اپنی شخصیت اور بلند آواز کے باعث ہمیشہ نمایاں نظر آتے اور اپنی بات کہنے میں کبھی نہ ہچکچاتے۔

محترم ڈار صاحب کی یادداشت اور حافظہ بلا کا تھا۔ پیرانہ سالی کے باعث جسمانی صحت اگرچہ کمزور تھی مگر اُن کا دماغ آخری دم تک کام کرتا رہا۔ اُنہیں بچپن سے لے کر جوانی اور بڑھاپے کے زمانہ کی ایک ایک چیز یاد تھی اور خوب مزے لے لے کر سُنایا کرتے تھے۔ 97 سال کی عمر میں لکھی گئی اُن کی دو کتابیں ''داستانِ کشمیر'' اور ''مجموعہ مضامین۔ نامے جو میرے نام آئے ہیں'' ان کے غیر معمولی حافظے کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ ایک ہمدرد دل اور غریبوں کیلئے درد رکھنے والے وجود تھے۔ کوئی ضرورتمند آتا تو اس کی دامے۔ درمے۔ سخنے مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے۔ خود کوئی مالی مدد کرنے کے قابل نہ ہوتے تو جماعتی نظام اور حکامِ بالا تک پہنچتے اور دادرسی کی مقدور بھر کوشش کرتے۔ اپنے سوشل تعلقات اور رابطوں کے باعث وہ اپنوں اور غیروں سبھی میں جانے پہچانے جاتے تھے۔ ان کا حلقہ احباب بڑا وسیع تھا جہاں بھی ہوتے اپنی موجودگی کا احساس ضرور دلاتے۔ زندگی کے صرف آخری ایک دو ماہ کمزوری کے باعث بستر پر گزارنے پر مجبور ہوئے وگرنہ وہ ہمیشہ رواں دواں اور مصروف رہتے۔ امریکہ، کینیڈا اور برطانیہ کی بھی سیر کی۔ اپنے بڑے بیٹے عبدالحیٔ ڈار کے امریکہ شہری ہونے کے باعث انہیں بھی امریکہ کا گرین کارڈ ملا ہوا تھا مگر وہاں اُن کا دل نہ لگا کیونکہ وہ تنہائی میں رہنے کے عادی نہ تھے چنانچہ چند سال وہاں گزارے اور واپس پاکستان آگئے اور پھر یہاں کی ہی مٹی نصیب ہوئی۔ اب آخر میں جماعت کے ایک معروف اور صاحبِ دیوان شاعر مولوی محمد صدیق امرتسری صاحب کی ایک نظم جو آپ نے محترم ڈار صاحب کی زندگی میں ہی لکھی تھی اور ''داستانِ کشمیر'' میں چھپی ہے۔ ہدیہ عقیدت کے طور پر پیشِ خدمت ہے۔ اس نظم میں محترم ڈار صاحب کی کئی صفات اور خوبیوں کے کئی پہلوؤں کی خوبصورت نشاندہی کی گئی ہے۔ ملاحظہ کیجئے!

یارِ وفا شعار ہے عبدالغفار ڈار
ہر ایک کا غمگسار ہے عبدالغفار ڈار

دیکھو تو جسم خاکی ہے پرکھو لو تو بے گماں
ایک کانِ لطف و پیار ہے عبدالغفار ڈار

خوش بخت خوش مزاج خوش اخلاق وخوش کلام
خوشبوؤں کا شہرِ یار ہے عبدالغفار ڈار

ہمدرد ہم جلیس ہے سب کا بصد خلوص
سب کا مشیرِ کار ہے عبدالغفار ڈار

ہرجائی بھی اس قدر بس کچھ نہ پوچھئے
ہر کہ و مہ کا یار ہے عبدالغفار ڈار

لے جاتا ہے پکڑ کے جدھر چاہے ہر کوئی
اتنا حسیں نگار ہے عبدالغفار ڈار

مستقبل اپنا جس نے سنوارا ہے آپ ہی
وہ مردِ کامگار ہے عبدالغفار ڈار

فضلِ خُدا سمجھ کے جو کرتا ہے دیں کے کام
ایک ایسا جاں نثار ہے عبدالغفار ڈار

گھر اس کا ایک مہکتا چہکتا ہے چمن
جس کی صدا بہار ہے عبدالغفار ڈار

رنج و محن قریب بھی پھٹکے نہیں کبھی
ایسا قوی حصار ہے عبدالغفار ڈار

ایک عام سا جواں تھا کبھی لیکن آجکل
ہر رہ کا شہسوار ہے عبدالغفار ڈار

صد شکر گرچہ میں ہوں کہ نازک سا ایک مریض
تیماردار میرا ہے عبدالغفارڈار
دل کا غنی ہے مہمان نوازی ہے وصفِ خاص
بے نفس و بُردبار ہے عبدالغفارڈار
آواز بھی خدا نے سریلی ہے کی عطاء
گویا کہ اک ستار ہے عبدالغفارڈار
دشمن جو اس کی قوم کے ہیں ان کے واسطے
اک تیغِ آبدار ہے عبدالغفارڈار
عشقِ نبیؐ میں رہتا ہے سرشار جو سدا
وہ عبدِ کردگار ہے عبدالغفارڈار
اے دوست آ کے دیکھ یہ ہے دیکھنے کی چیز
ویلی کا شہر یار ہے عبدالغفارڈار
دولت سے بے نیاز ہے پھر بھی بفضلِ حق
اہل و عیالدار ہے عبدالغفارڈار
یاربّ تو اپنے سایہء رحمت میں رکھ اِسے
دیں پر سدا نثار ہے عبدالغفارڈار
لطف و کرم تیرا رہے اس پر سدا ہرا
اک تیرا جاں نثار ہے عبدالغفارڈار
گلشن ہرابھرا رہے یا ربّ یہ تا ابد
جس کا نگہدار ہے عبدالغفارڈار
خدمت کے جذبے میں نہ ہو ہرگز کمی کبھی
دونوں جہاں میں خوش رہے عبدالغفارڈار
یاربّ خزاں نہ آئے کبھی اس پہ تا ابد
ایسی یہ یادگار ہو عبدالغفارڈار
بہبودئ ریاستِ کشمیر کے لئے
ہر آن بے قرار ہے عبدالغفارڈار
کشمیری گو نہیں ہوں لیکن زہے نصیب
میرا بھی رشتہ دار ہے عبدالغفارڈار

(داستانِ کشمیر صفحہ 368)

اے کاش کہ واپس آ جائیں وہ ساری بہاریں ربوہ میں

شمسہ رضوانہ نازؔ

اے کاش کہ واپس آ جائیں
وہ ساری بہاریں ربوہ میں
اذان ہو ہر اک مسجد میں
اور درس ہو پھر سے اقصیٰ میں

سب بچے چھوٹے مل جُل کر
پھر صلِّ اعلیٰ کا وِرد کریں
تراویح ہو ہر اک مسجد میں
اجلاس ہو ہر اک حلقہ میں

نہ کوئی پھر پابندی ہو
ہم عیدیں پڑھیں پھر اقصیٰ میں
جب ماہِ دسمبر آجائے
تب شہر کی رونق بڑھ جائے

سب گلیاں پھر سے سج جائیں
گھر گھر میں پھر تیاری ہو
آباد ہوں پھر سب بیرکیں بھی
ہر سمت ہی گہما گہمی ہو

لنگر خانے پھر سے مہک اُٹھیں
کبھی دال ہو تڑکے والی بھی
کبھی آلو گوشت کی باری ہو
پھر لمبی قطاریں لگ جائیں

بھر جائیں جلسہ گاہیں بھی
ہر سمت سے مہماں آتے ہوں
اور نعرے گونجیں جلسہ میں
جب موسم گرما آجائے

پانی کی سبیلیں لگ جائیں
تربیتی کلاسیں جاری ہوں
ہر شہر سے بچے آجائیں
ماحول پہ نُور سا طاری ہو

لَوٹا دے میرے مولا پھر سے
وہ سارے نظارے ربوہ میں
اتنی سی ہے خواہش نازؔ کہ اب
گھر بار ہو اپنا ربوہ میں

تکبّر

از تبرکات حضرت مسیحِ پاک علیہ السلام

مرسلہ: بشریٰ بشیر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبّر جیسی کوئی بلا نہیں یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رُسوا کرتی ہے۔ خُدا تعالیٰ کا رحم ہر ایک موَحد کا تدارک کرتا ہے مگر مُتکبّر کا نہیں۔ شیطان بھی موَحّد ہونے کا دَم مارتا تھا مگر چونکہ اُسکے سر میں تکبّر تھا اور آدم کو جو خدائے تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا جب اُس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اُسکی نکتہ چینی کی اسلئے وہ مارا گیا اور طوقِ لعنت اُسکی گردن میں ڈالا گیا۔ سو پہلا گُناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کیلئے ہلاک ہوا تکبّر ہی تھا۔

مَیں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبّر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خُدا وندِ ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبّر کیا چیز ہے پس مُجھ سے سمجھ لو کہ مَیں خُدا کی رُوح سے بولتا ہوں۔

ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اسلئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اُس سے زیادہ عالم ہے یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہُنر مند ہے وہ متکبّر ہے۔ کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے کیا خُدا قادر نہیں کہ اُسکو دیوانہ کر دے اور اُسکے اُس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اُس سے بہتر عقل اور علم اور ہُنر دے دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو کسی مال یا جاہ وحشمت کا تصور کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبّر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بُھول گیا ہے کہ یہ جاہ وحشمت خُدا نے ہی اس کو دی تھی اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خُدا قادر ہے کہ اُس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دَم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اُسکے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اُس سے بہتر مال ودولت عطا کر دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحتِ بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حُسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اُسکے بدنی عیوب لوگوں کو سُناتا ہے وہ بھی متکبر ہے اور وہ اُس خُدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اُس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اُس بھائی سے اُسکو بدتر کر دے اور وہ جسکی تحقیر کی گئی ہے ایک مُدّت دراز تک اُسکے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دُعا مانگنے میں سست ہے وہ متکبر ہے کیونکہ قدرتوں اور قوتوں کے سرچشمہ کو اُس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔ سو تُم اے عزیزو! ان تمام باتوں کو یاد رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبّر ٹھہر جاؤ اور تمہیں خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبّر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سُننا نہیں چاہتا اور مُنہ پھیر لیتا ہے اُس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اُسکے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اُس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دُعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اُس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ اور وہ جو خُدا کے ماموراور مرسل کی پورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اُس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سُنتا اور تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اُس نے بھی تکبّر سے حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ۔ اور تا تم اپنے اہل وعیال سمیت نجات پاؤ۔ خُدا کی طرف جُھکو اور جس قدر دُنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تُم اُس سے کرو اور جس قدر دُنیا میں انسان کسی سے ڈر سکتا ہے تم اپنے خُدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک

ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو۔''

(نزول المسیح صفحہ 24-25)

''میرا مسلک یہ نہیں کہ مَیں ایسا تُندخو اور بھیانک بن بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں اور مَیں بُت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں۔ مَیں تو بُت پرستی کے ردّ کرنے کو آیا ہوں نہ کہ مَیں خود بُت بنوں اور لوگ میری پُوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مَیں اپنے نفس کو دُوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بُت پرست اور خبیث نہیں۔ مُتکبّر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 6-7)

یاد رہے کہ تکبر کو جھوٹ لازم پڑا ہوا ہے بلکہ نہایت پلید وہ جھوٹ ہے جو تکبر کے ساتھ مل کر ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ جلشانہٗ متکبر کا سب سے پہلے سر توڑتا ہے۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 599)

انسان موٹی موٹی بدیوں کو تو آسانی سے چھوڑ بھی دیتا ہے۔ لیکن بعض بدیاں ایسی باریک اور مخفی ہوتی ہیں کہ اوّل تو انسان مشکل سے انہیں معلوم کرتا ہے اور پھر ان کا چھوڑنا اسے بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے کہ محرقہ بھی گو سخت تپ ہے۔ مگر اسکا علاج کھلا کھلا ہو سکتا ہے۔ لیکن تپ دِق جو اندر ہی کھا رہا ہے اُسکا علاج بہت ہی مشکل ہے۔ اسی طرح پر یہ باریک اور مخفی بدیاں ہوتی ہیں جو انسان کو فضائل کے حاصل کرنے سے روکتی ہیں۔ یہ اخلاقی بدیاں ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ میل ملاپ اور معاملات میں پیش آتی ہیں اور ذرا ذرا سی بات اور اختلاف رائے پر دلوں میں بُغض، کینہ، حسد، ریا، تکبّر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اپنے بھائی کو حقیر سمجھنے لگ جاتا ہے۔ چند روز اگر نماز سنوار کر پڑھی ہے اور لوگوں نے تعریف کی تو ریا اور نمود پیدا ہو گیا۔ اور وہ اصل غرض جو اخلاص تھی جاتی رہی۔ اور اگر خدا تعالیٰ نے دولت دی ہے یا علم دیا ہے یا کوئی خاندانی وجاہت حاصل ہے تو اسکی وجہ سے اپنے دوسرے بھائی کو جس کو یہ باتیں نہیں ملی ہیں، حقیر اور ذلیل سمجھتا ہے اور اپنے بھائی کی عیب چینی کیلئے حریص ہوتا ہے۔ اور تکبر مختلف رنگوں میں ہوتا ہے۔ کسی میں کسی رنگ میں اور کسی میں کسی طرح سے۔ علماء علم کے رنگ میں اسے ظاہر کرتے ہیں۔ اور علمی طور پر نکتہ چینی کر کے اپنے بھائی کو گرانا چاہتے ہیں۔ غرض کسی نہ کسی طرح عیب چینی کر کے اپنے بھائی کو ذلیل کرنا اور نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ رات دن اس کے عیبوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اس قسم کی باریک بدیاں ہوتی ہیں۔ جن کا دُور کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور شریعت ان باتوں کو جائز نہیں رکھتی ہے۔ ان بدیوں میں عوام ہی مبتلا نہیں ہوتے بلکہ وہ لوگ جو متعارف اور موٹی موٹی بدیاں نہیں کرتے ہیں اور خواص سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اکثر مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان سے خلاصی پانا اور مرنا ایک ہی بات ہے۔ اور جب تک ان بدیوں سے نجات حاصل نہ کرلے تزکیہ نفس کامل طور پر نہیں ہوتا۔ اور انسان ان کمالات اور انعامات کا وارث نہیں بنتا جو تزکیہ نفس کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ بعض لوگ اپنی جگہ سمجھ لیتے ہیں کہ اُن اخلاقی بدیوں سے ہم نے خلاصی پالی ہے۔ لیکن جب کبھی موقعہ آپڑتا ہے اور کسی سفیہہ سے مقابلہ ہو جاوے تو اُنہیں بڑا جوش آتا ہے۔ اور پھر وہ گند اُن سے ظاہر ہوتا ہے جس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ اُس وقت پتہ لگتا ہے کہ ابھی کچھ بھی حاصل نہیں کیا۔ اور وہ تزکیہ نفس جو کامل کرتا ہے میسر نہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تزکیہ جس کو اخلاقی تزکیہ کہتے ہیں بہت ہی مشکل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس فضل کے جذب کرنے کیلئے بھی وہی تین پہلو ہیں۔ اوّل مجاہدہ اور تدبیر۔ دوم دُعا۔ سوم صحبتِ صادقین۔

(تقریریں صفحہ 25-27)

یاد رکھو تکبر شیطان سے آیا ہے اور شیطان بنا دیتا ہے۔ جب تک انسان اس سے دُور نہ ہو۔ یہ قبولِ حق اور فیضانِ اُلوہیت کی راہ میں روک ہو جاتا ہے۔ کسی طرح سے تکبر نہیں کرنا چاہیئے۔ نہ علم کے لحاظ سے نہ دولت کے لحاظ سے نہ وجاہت کے لحاظ سے نہ ذات اور خاندان اور حسب نسب کی وجہ سے۔ کیونکہ زیادہ تر انہی باتوں سے یہ تکبر پیدا ہوتا ہے۔ اور جب تک انسان ان گھمنڈوں سے اپنے آپ کو پاک وصاف نہ کرے گا۔ اس وقت تک وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ نہیں ہو سکتا۔ اور وہ معرفت جو جذباتِ نفسانی کے موادِ ردیّہ کو جلا دیتی ہے اسکو عطاء نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ شیطان کا حصہ ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ شیطان نے بھی تکبر کیا تھا اور آدمؑ سے اپنے آپ کو بہتر سمجھا اور کہہ دیا اَنَـا خَیۡرٌ مِّنۡہُ۔ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَخَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ خدا تعالیٰ کے حضور سے مردود ہو گیا۔

(تقریریں صفحہ 29 سنِ اشاعت 1977، تعداد 5,000 الناشر دعوۃ التبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان)

تکبر اور شرارت بری بات ہے۔ ایک ذرہ سی بات سے ستر برس کے عمل ضائع ہوجاتے ہیں۔ لکھا ہے کہ ایک شخص عابد تھا۔ وہ پہاڑ پر رہا کرتا تھا۔ مدت سے وہاں بارش نہیں ہوئی تھی۔ ایک روز بارش ہوئی تو پتھروں اور رُوڑیوں پر بھی ہوئی تو اسکے دل میں اعتراض پیدا ہوا کہ ضرورت تو بارش کی کھیتوں اور باغات کے واسطے ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ پتھروں پر ہوئی۔ یہی بارش کھیتوں پر ہوتی تو کیا اچھا ہوتا۔ اس پر خُدا نے اسکا سارا ولی پنا چھین لیا۔ آخر وہ بہت غمگین ہوا اور کسی اور بزرگ سے استمدادکی تو آخر اُس کو پیغام آیا کہ تُو نے اعتراض کیوں کیا تھا۔ تیری اس خطا پر عتاب ہوا۔

(ملفوظات جلد ششم صفحه 57)

تکبر کئی قسم کا ہوتا ہے۔ کبھی یہ آنکھ سے نکلتا ہے جبکہ دُوسرے کو گُھور کر دیکھتا ہے تو اسکے یہی معنے ہوتے ہیں کہ دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ کبھی زبان سے نکلتا ہے اور کبھی اسکا اظہار سر سے ہوتا ہے اور کبھی ہاتھ اور پاؤں سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ غرضیکہ تکبر کے کئی چشمے ہیں اور مومن کو چاہیئے کہ ان تمام چشموں سے بچتا رہے اور اسکا کوئی عضو ایسا نہ ہو جس سے تکبر کی بُو آوے اور وہ تکبر ظاہر کرنے والا ہو۔

صوفی کہتے ہیں کہ انسان کے اندر اخلاقِ رذیلہ کے بہت سے جنّ ہیں۔ اور جب یہ نکلنے لگتے ہیں تو نکلتے رہتے ہیں۔ مگر سب سے آخری جنّ تکبر کا ہوتا ہے جو اسمیں رہتا ہے اور خدائے تعالٰی کے فضل اور انسان کے سچے مجاہدہ اور دُعاؤں سے نکلتا ہے۔

بہت سے آدمی اپنے آپ کو خاکسار سمجھتے ہیں لیکن اُن میں بھی کسی نہ کسی نوع کا تکبر ہوتا ہے۔ اسلئے تکبر کی باریک در باریک قسموں سے بچنا چاہیئے۔ بعض وقت یہ تکبر دولت سے پیدا ہوتا ہے۔ دولتمند متکبر دوسروں کو کنگال سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کون ہے جو میرا مقابلہ کرے۔ بعض اوقات خاندان اور ذات کا تکبر ہوتا ہے۔ سمجھتا ہے میری ذات بڑی ہے اور یہ چھوٹی ذات کا ہے۔ ایک عورت سیّدانی تھی اُس کو پیاس لگی۔ وہ دوسرے کے گھر میں جا کر کہنے لگی کہ اُمتّی تُو پانی تو پلا مگر پیالہ کو دھو لینا کیونکہ تم اُمتّی ہو اور میں سیّدانی اور آلِ رسولؐ ہوں۔ بعض اوقات تکبر علم سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ ایک شخص غلط بولتا ہے تو یہ جھٹ اُسکا عیب پکڑتا ہے اور شور مچاتا ہے کہ اسکو تو ایک لفظ بھی صحیح بولنا نہیں آتا۔ غرض مختلف قسمیں تکبر کی ہوتی ہیں اور سب کی سب انسان کو نیکیوں سے محروم کر دیتی ہیں اور لوگوں کو نفع پہنچانے سے روک دیتی ہیں۔ ان سب سے بچنا چاہیئے مگر ان سب سے بچنا ایک موت کو چاہتا ہے۔ جب تک انسان اس موت کو قبول نہیں کرتا خدائے تعالٰی کی برکت اُس پر نازل نہیں ہوسکتی اور نہ خدائے تعالٰی اُس کا متکفّل ہوسکتا ہے۔۔۔''

(ملفوظات جلد ششم صفحه 401-403)

آخر پر حضور علیہ السلام نے اپنے چند شعر رقم فرمائے ہیں:

اسلام چیز کیا ہے خُدا کیلئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خُدا

جو مَر گئے اُنہی کے نصیبوں میں ہے حیات
اس رَہ میں زندگی نہیں ملتی بجُز ممات

اے کِرمِ خاک چھوڑدے کبروغرور کو
زیبا ہے کِبر حضرتِ ربِّ غیور کو

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

چھوڑو غرور وکبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہوجاؤ خاک مرضیٔ مولےٰ اسی میں ہے

تقویٰ کی جڑ خُدا کیلئے خاکساری ہے
عفّت جو شرطِ دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے

(براهینِ احمدیه حصه پنجم)

فروتنی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''انسان کو چاہیئے جب کہیں جاوے تو سب سے نیچی جگہ اپنے لئے تجویز کرے۔ اگر وہ کسی اَور جگہ کے لائق ہوگا تو میز بان خود اُسے بلا کر جگہ دے گا اور اس کی عزت کرے گا۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحه 277)

ڈاکٹر عبدالرحمٰن رانجھہ صاحب کا خاندانی تعارف

احمد علی، دارالعلوم، ربوہ

مکرم و محترم ڈاکٹر پروفیسر شریف خان صاحب کی فرمائش کی تعمیل میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن رانجھہ صاحب کا خاندانی تعارف ہدیہ قارئین ہے

''چاوہ'' تحصیل بھلوال میں ایک گاؤں ہے جو بھلوال سے مغرب کی جانب اور بھیرہ کے جنوب کی طرف آباد ہے۔ حافظ غلام مصطفیٰ رانجھہ صاحب اس گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ نظام دین، شیر محمد اور غلام نبی صاحب۔

نظام دین اور شیر محمد دونوں ماں سے سگے بھائی تھے۔ غلام نبی دوسری ماں سے تھے۔ چنانچہ نظام دین اور شیر محمد کی ماں ہمارے گاؤں ادرحماں سے پڑہار قبیلہ کی تھیں جن کے وفات پا جانے کی وجہ سے ان کے ننھیال والے نظام دین کو اپنے پاس ''ادرحماں'' لے آئے تھے۔ وہ عالم گھرانہ کا فرد ہونے کی بناء پر گاؤں کے لڑکوں اور لڑکیوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے اور دینی تعلیم سکھاتے تھے اور امام الصلوٰۃ بھی وہی تھے۔ گاؤں کے مردوزن کے استاد بھی تھے۔ دیہات کی روایتی پارٹی بازی میں ہرگز دخل نہ دیتے۔ گاؤں میں لنگاہ اور پڑہار دو قبیلے آباد تھے۔ ان کی آپس میں کشمکش تھی۔ مولوی نظام دین صاحب ہر دو قبائل میں یکساں مقبول تھے۔ ان کی شادی بھی اپنے ننھیال ہی میں ہوئی تھی۔

ان کے دو بیٹے تھے عبدالعلی اور شیر علی۔ عبدالعلی کو علی گڑھ کالج میں اعلیٰ تعلیم دی اور شیر علی کو اعلیٰ تعلیم کیلئے ایف سی کالج لاہور میں داخل کرایا تھا۔

چونکہ عبدالعلی حافظ قرآن بھی تھے۔ اس لئے ہمارے گاؤں میں حافظ مولوی عبدالعلی صاحب ایڈووکیٹ کے نام سے جانے جاتے تھے۔ علی گڑھ سے قانون کی ڈگری حاصل کر کے آپ نے سرگودہا میں وکالت شروع کر دی اور وہیں رہائش رکھ لی تھی۔ سرگودہا بلاک نمبر 9 میں ان کی رہائش تھی۔ بلاک 9 والی مسجد انہوں نے ہی بنوائی تھی جو سرگودہا شہر میں پہلی احمدیہ مسجد ہے۔ کہتے ہیں آندھی ہو، بارش ہو خواہ کچھ بھی ہو آپ نماز مسجد میں آ کر ادا فرماتے تھے۔

شیر علی صاحب ایف سی کالج لاہور سے گریجوایشن کے بعد حضرت امام مہدی مرزا غلام احمد صاحبؑ کی زیارت کی خاطر قادیان گئے تو حضرت اقدسؑ نے آپ کو قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ لکھنے کا کام سپرد فرمایا تو شیر علی صاحب وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ان کی شادی ''بدر رانجھہ'' ''نزد مڈھ رانجھہ'' کی بیگم بی بی صاحبہ سے ہوئی اُن کے تین بیٹے تھے۔ عبدالرحمٰن، عبدالرحیم اور عبداللطیف۔

عبدالرحمٰن نے مدراس یونیورسٹی سے زوآلوجی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔ تقسیم ملک کے بعد ڈاکٹر عبدالرحمٰن رانجھہ صاحب کو زوآلوجی ڈیپارٹمنٹ کراچی میں بطور ڈائریکٹر ملازمت مل گئی۔ اور اس محکمہ سے وہ ریٹائر ہوئے تھے۔ ان کی دو بیٹیاں تھیں، ثریا بیگم اور خالدہ مبشر۔ ثریا بیگم تو وفات پا چکی ہیں اور خالدہ مبشر ٹورانٹو کینیڈا میں بفضلہ تعالیٰ حیات ہیں۔ ڈاکٹر رانجھہ صاحب کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ اب خاندانی تعارف کسی قدر تفصیل سے تحریر ہے۔

میں نے ابتداء میں ''چاوہ'' گاؤں کا ذکر کیا ہے جہاں حافظ غلام مصطفیٰ صاحب اور ان کے تین صاحبزادگان کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ نظام دین ادرحماں میں رہتے تھے اور وہیں انکی شادی بھی ہوئی تھی۔ ان کے ماں سے سگے بھائی شیر محمد کی شادی ''ہجن'' میں نور محمد رانجھہ کی ہمشیرہ سے ہوئی تھی اور اکثر وہیں رہتے بھی تھے۔

ابتدائی تعلیم کے دوران بھیرہ میں مولوی نورالدین صاحبؓ کے ہم جماعت (کلاس فیلو) تھے اور دونوں میں گہری دوستی بھی تھی۔

جب مولوی نورالدینؓ حصول علم کی خاطر ہندوستان کے شہر ''رام پور'' چلے گئے تھے تو شیر محمد صاحب علمِ طبّ حاصل کر کے چاوہ ہی میں رہے اور جب مولوی نورالدین صاحبؓ حصول علم کے بعد بھیرہ واپس آئے تو شیر محمد رانجھہ اُن سے

ملنے کیلئے بھیرہ گئے۔ دونوں بچپن کے گہرے دوست جب مل بیٹھے تو گزرے دنوں میں اپنی اپنی بیتی سنانے لگے۔ نورالدین نے کہا شیر محمد تمہیں یاد ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ قرآن، احادیث اور بزرگانِ سلف کی روایات کے مطابق امام آخر الزمان امام مہدی کے ظہور کے وقت زمانہ کے یہ حالات ہونگے۔ کیا اب وہ حالاتِ زمانہ اُس طرح پر نظر نہیں آ رہے؟ شیر محمد صاحب نے کہا حالات زمانہ اور ضرورت سے تو ظاہر یہی ہوتا ہے مگر ابھی تک کسی نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ نورالدین نے جواباً کہا قادیان ضلع گورداسپور میں مغل خاندان کے فرد مرزا غلام احمد نے امام مہدی و مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے اور میں ان سے ملکر آیا ہوں بلکہ ان کو سچا سمجھ کر ان کی بیعت بھی کر لی ہے۔ تم بھی ان کی بیعت کرلو۔ تو شیر محمد نے کہا ''جے او ہو سچا نہ ہویا تے تُوں میرا بھار اچائیں دا'' یعنی اگر وہ سچا نہ ہوا تو بروز حشر تم ذمہ داری لیتے ہو؟ مولوی نورالدین صاحبؓ نے دایاں ہاتھ اپنے سر پر رکھتے ہوئے کہا ہاں تو شیر محمد رانجھہ نے کہا لو پھر میرا بیعت کا خط اُن کو پہنچا دو۔ چنانچہ شیر محمد رانجھہ بھی احمدی ہو گئے اب شیر محمد رانجھہ صاحب سے متعلق کچھ مزید بیان کرتا ہوں۔ ان کے بھائی نظام دین کا اپنے ننھیال میں رہنا اور وہیں ان کی شادی ہونا میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ شیر محمد کی شادی بجن میں ہوئی تھی۔ نور محمد بجن (نورا بجن) کی بہن سے ہوئی تھی۔ اور اکثر بجن ہی میں رہتے تھے۔

میرے خیال میں چودھری ولی محمد صاحب رانجھہ انہی کی نسل میں سے تھے۔ ولی محمد صاحب کو قادیان کے اکثر لوگ جانتے ہیں۔ ان ہی کی ایک بیٹی ڈاکٹر خیرالدین کی اہلیہ تھیں۔ اور ایک بیٹا عبدالحلیم نام کا تھا۔ شیر محمد صاحب کا نام حضرت مسیح موعودؑ کے تین سو تیرہ صحابہ میں شامل ہے۔

میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی کسی کتاب شاید ازالہ اَوہام میں اُن کا نام خود پڑھا ہے اور یہ فقرہ بھی پڑھا ہے کہ

حضرت مرزا غلام احمد نے 03-1904 میں فرمایا کہ ہمارے ایک دوست حکیم شیر محمد رانجھہ بجن میں وفات پا گئے ہیں ان کی قبر بھی بجن گاؤں کے اندر آجانے والے پرانے قبرستان میں ہے۔ ایک بار میں بجن میں اپنے ایک دوست حکیم ولی محمد کے پاس ان کی دکان کے تھڑے پر بیٹھا تھا ہم دونوں حافظ شیرازی کا دیوانِ حافظ پڑھ رہے تھے کہ اندر سے اُن کے والد صاحب نکل آئے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے اور پوچھا کہ یہ نوجوان کہاں سے ہے۔ حکیم ولی محمد نے کہا یہ اوپی (روانہ) مڈل سکول میں پڑھاتے ہیں۔ اُس بزرگ آدمی ولی محمد کے والد صاحب نے کہا نہیں یہ رہنے والے کہاں کے ہیں۔ میں نے کہا، ادرحماں کا! تو وہ کہنے لگے آپ ''احمدی'' بھی ہونگے (کیونکہ ہمارا گاؤں ادرحماں گردونواح میں ''احمدیوں کا گاؤں'' مشہور ہے) میں نے جواباً عرض کیا ہاں۔ تو ان بزرگ صاحب نے کہا تو یہ سامنے قبرستان میں وہ دیوار کے ساتھ جو جنڈ کا درخت ہے اس کے ''مُڈھ'' کے پاس جو قبر ہے یہ آپ کے حکیم شیر محمد رانجھہ کی ہے۔ ان کی قبر کھودنے والوں میں مَیں بھی شامل تھا۔ اُس وقت تو میں چونکہ آپ کے مقام اور مرتبہ سے ناواقف تھا۔ ابتدائی جوانی تھی اور مذہبی عقائد سے بھی غافل تھا۔ اُن کی بات آئی گئی کر کے اپنی دلچسپی میں پھر کھو گیا۔

جب شعور بیدار ہوا ہے اور جماعتی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے تو یاد آیا کہ مجھے تو ایک بوڑھے بزرگ حکیم شیر محمد رانجھہ کی قبر کی بھی نشان دہی کرنی تھی۔ جو اب تک میرے تصور میں ہے۔ اُس قبر پر اُن کے نام اور سن وفات کا کتبہ لگانا چاہئے مگر بیرون ملک نکل آنے کی وجہ سے اس نیک ارادہ کی تکمیل سے محروم رہتا آ رہا ہوں۔ اپنی اس خواہش کا ذکر ایک بار مکرم مسعود خان صاحب دہلوی سے ضمناً کیا تو انہوں نے کہا واہ بہت اچھا ان کے دائیں پہلو میں ہمارے پھوپھا منشی تصدق حسین صاحب کی بھی قبر ہے۔ اُن کی قبر پر ان کے نام کا بھی کتبہ لگوا دیں، خرچہ کا میں ذمہ دار ہوں۔ خدا ان بزرگوں پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ جن سے منسوب ہو کر ہمارا گاؤں ادرحماں اور ہم جماعت احمدیہ میں جانے جاتے ہیں۔

یہ تھا ڈاکٹر عبدالرحمٰن رانجھہ کا خاندانی تعارف!

حدیثِ مبارکہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور درجات کو بلند فرماتا ہے۔ صحابہ نے جب عرض کیا کہ جی، فرمائیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ جی نہ چاہتے ہوئے بھی کامل وضو کرنا، اچھی طرح وضو کرنا اور مسجد کی طرف زیادہ چل کر جانا۔ نیز ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ یہ رباط ہے، رباط ہے، رباط ہے۔ یعنی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے، سرحدوں پر گھوڑے باندھنا ہے۔ یہ جہاد ہے تمہارے لئے۔

(سنن النسائی، کتاب الطھارۃ، باب الامر باسباغ الوضوء)

نقد ونظر/ بُک ریویو

لطف الرحمٰن محمود

Hadrat Malik Saifur Rahman

حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب کو جماعت احمدیہ میں ایک جیّد عالم، ممتاز فقیہہ اور بلند پایہ محقق اور مصنف کا مقام حاصل ہے۔ وہ ایک لمبے عرصے تک سلسلہ احمدیہ کے مفتی کے منصب پر فایز رہے۔ اسکے علاوہ موصوف تقریباً ۱۱ سال تک جامعہ احمدیہ ربوہ کے پرنسپل بھی رہے۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد، دنیا بھر میں اعلائے کلمتہ اللہ میں مصروف ہیں۔ حضرت ملک صاحب کو ۱۹۳۶ء میں سلسلہ احمدیہ سے وابستہ ہونے کی توفیق ملی اس سے قبل آپ جماعت کے بدترین مخالف گروہ احرارِ اسلام کے سرگرم رُکن رہے۔ حیرانی ہے کہ وادئ سُون سکیسر کا سلیم الفطرت نقشبندی نوجوان کس طرح احرار جیسے مُفسد اور شورش پسند گروہ کے چُنگل میں آ گیا۔ مگر بسا اوقات قُدرت مُتلاشیانِ حق کو اپنے مقاصد کے لیئے، نیک و بد اور پست و بالا ہر قسم کی منزلوں سے گزارتی ہے۔ اُس دور میں مجلس احرار نے قادیان دارُ الامان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے قادیان میں جلسے منعقد کرنے کی " کال" دی تھی، محترم ملک صاحب نے اسی غرض سے قادیان کا سفر اختیار کیا۔ یہی آمد و رفت آخرکار اُن کی جماعت سے وابستگی کا باعث بن گئ۔ اس کے بعد اللہ تعالٰی نے اُنکی کایا پلٹ دی اور اُنہیں آسمان احمدیت کا روشن ستارہ بنا دیا! آج اُن کا شمار جماعت کے محبوب مشاہیر میں ہوتا ہے۔

ہمیں بھی ربوہ میں ایاّم طالب علمی کے دوران اور بعد میں درس وتدریس کے دور میں محترم ملک صاحب کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ اُن کی دلنواز شخصیت کے حوالے سے ایک دراز قامت، پُروقار، خلیق و متین اور متواضع و مُنکسر عالم با عمل بلکہ عالم بے بدل کا تاثّر اب بھی ذہن پر مُرتسم ہے۔ حضرت ملک صاحب اُستادوں کے اُستاد تھے لیکن دوسرے علماء کی طرح اُن کا جلسوں میں سامعین کو خطاب کرنا یاد نہیں۔ البتہ اُنکے بلند پایہ علمی مضامین اور مقالات جماعت کے اخبارات اور رسائل میں شایع ہوتے رہتے تھے جن سے اہل علم و دانش مستفید ہوتے رہتے۔ ہم تو تھے ہی " طفلِ مکتب" وہ دقیق نکاتِ معرفت ہمارے سر کے اوپر سے ہی گزر جاتے!

حضرت ملک صاحب کی شخصیت وسیرت پر ایک نئ کتاب حال ہی میں منظر عام پر آئ ہے۔ Hadrat Malik Saifur Rahman ڈاکٹر کریم اللہ صاحب زیروی کی یہ تالیف 434 صفحات پر مشتمل ہے جسے KZPublications نے اسی سال شایع کیا ہے اس حوالے سے یہ کتاب جماعت کے لٹریچر میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

حضرت ملک صاحب ایک مقبول، نافع اور نادر علمی وجود تھے۔ اُن کا حلقہ فیض و اثر صرف دائرہ تلمذ تک محدود نہیں تھا بلکہ دیگر احباب اور اہلِ علم و دانش بھی استفادہ کرتے رہتے تھے۔ زیر نظر کتاب میں حضرت ملک صاحب کی سیرت کے مختلف گوشوں پر چالیس سے زاید حضرات وخواتین نے روشنی ڈالی ہے۔ لکھنے والوں میں حضرت خلیفتہ المسیح الرابعؒ کا وجودِ باجود بھی شامل ہے۔

حضُورؒ کو محترم ملک صاحب سے نسبت تلمذ بھی تھی اور اُنکی غیر معمولی علمی شان کے حوالے سے ایک خاص قلبی تعلق بھی تھا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت خلیفتہ المسیح الرابعؒ نے خطبہ جمعہ میں ذکرِ خیر کے علاوہ ماہنامہ خالد میں مضمون بھی رقم فرمایا نیز ان کی یاد میں اشعار بھی کہے۔ حضورؒ نے حضرت ملک صاحب کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادی کے نام تعزیتی خطوط کے علاوہ ایک ایسا ہی مکتوب کینیڈا کے اُس وقت کے امیر محترم مولٰنا نسیم مہدی کے نام بھی تحریر فرمایا۔ یاد رہے کہ حضرت ملک صاحب نے طویل علالت کے بعد کینیڈا ہی میں انتقال فرمایا۔

تاریخی اہمیت کا حامل یہ خطبہ، خطوط اور دیگر مواد اس تالیف کی زینت ہیں۔ اِس طرح یہ مواد کتابی شکل میں محفوظ ہو گیا ہے۔

زیر نظر تالیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ملک صاحب کی شخصیت و

سیرت پر تقریباً ۱۰ قسم کے افراد نے اظہارِ خیال کیا ہے۔

۱) سب سے بڑا اعزاز و اکرام، خلیفہ وقت کی طرف سے قدر و منزلت اور اعترافِ خدمت ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ محترم ملک صاحب کو لمبے عرصے تک سلسلہ کی خدمت کی توفیق ملی اور خلفائے عظّام کی طرف سے عزت افزائی اورنظرِ شفقت شامل حال رہی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تقریر، تحریر، منظوم کلام اور مکتوب کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

اسکے علاوہ درج ذیل اِشارات کسی حد تک کفایت کریں گے:۔

۲) اربابِ صحافت ۔ مولانا نسیم سیفی صاحب، محترم عبد السمیع خان صاحب (مدیرانِ الفضل) سید مبشر ایاز صاحب (ایڈیٹر خالد)، نصیر احمد انجم صاحب (مدیر تشحیذ الاذہان)

۳) مُولفین و مُصّنفین ۔ ملک صلاح الدین صاحب، حافظ مظفر احمد صاحب، ہادی علی چودہری صاحب

۴) وابستگانِ تعلیم و تَعَلّم ۔ پروفیسر صوفی بشارت الرحمٰن صاحب، پروفیسر محمد دین ناز صاحب، پروفیسر غلام باری سیف صاحب

۵) مُربیّان سلسلہ واقفینِ زندگی ۔ مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب۔ سیدّ میر محمود احمد ناصر صاحب۔

مولانا نسیم مہدی صاحب، میر غلام احمد نسیم صاحب، محترم محمود احمد شاہد صاحب سابق صدر خدام الا احمدیہ ، مرزا عبد الصمد احمد صاحب، مظفر احمد سدھن صاحب مبلغ ماریشس۔

۶) عُلماء و فقہاء ۔ محترم مولانا محمد احمد جلیل صاحب، مولانا محمد صدیق صاحب انچارج خلافت لائبریری ، جناب ظہیر احمد خان صاحب۔

۷) اہل وعیال و افرادِ خاندان ۔ حضرت ملک صاحب کی اہلیہ محترمہ، صاحبزادیاں، فرزندانِ دلبند، داماد، نواسیاں۔

۸) اعلیٰ سویلین حُکّام ۔ جناب پیر صلاح الدین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر۔

۹) شاگردانِ رشید ۔ محمد آصف طاہر صاحب فضیل احمد صاحب ، دیگر پاکستانی اور غیر مُلکی طلبہ۔

۱۰) حلقہ احباب ۔ محترم شیخ تاج دین صاحب، خواجہ ایاز احمد سجّاد صاحب، سید مہتاب شاہ صاحب، محمد سعید احمد صاحب، ، عبد الغفار ڈار صاحب۔

مندرجہ بالا حضرات وخواتین کے تاثرات اور بیانات کے علاوہ اور بہت سی قیمتی اور تاریخی تحریریں اور تصویریں بھی اِس کتاب کا حصّہ ہیں جس سے اس تالیف کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔ محترم ملک صاحب کی بعض اپنی تحریروں کے تراجم بھی شامل اشاعت ہیں۔

مداحوں کی اِس ورایٔٹی یعنی تنوع سے حضرت مرحوم کے چشمۂ فیض سے متاثر اور مُستفید ہونے والوں کی تعداد کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ بہت کم شخصیات پر اُنکی رحلت کے بعد اِس رنگ میں عقیدت کے پُھول نچھاور کیئے گئے ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ کر کے آپ کو ایک مُنکسر ومتواضع ممتاز خادم سلسلہ کی شخصیت وسیرت کے کئ محبت انگیز پہلوؤں سے آگہی ہوگی۔ نہ صرف یہ کہ آپ کے دل میں مرحوم بزرگ کے لیئے بلندیء درجات کے لیئے دُعا کرنے کا جوش موجزن ہوگا بلکہ یہ دعا بھی لب پر آئے گی کہ ربّ کریم اپنے فضل وکرم سے جماعت کو ہمیشہ ایسے نافع الناس بے لوث خُدّام عطا فرماتا رہے جن کے علم وفضل کا بحرِ ذخّار اُن کی دائمی مفارقت کے بعد بھی صدقہ ءجاریہ کے طور پر موج در موج رواں دواں رہے (آمین)

ضمناً عرض ہے کہ حضرت ملک صاحب کی تصانیف اور مقالات ومضامین کی تفصیل زیرِ نظر کتاب میں موجود ہے بلکہ حضرت مرحوم کے غیر مطبوعہ تحقیقی وعلمی مضامین ومقالات کی فہرست بھی دے دی گئ ہے۔ اس دُعا کی استدعا بھی ہے کہ خدا کرے اُس غیر مطبوعہ مواد کی اشاعت بھی ممکن ہو سکے تا اُن علوم ومعارف سے بھی اہل ودانش مستفید ہو سکیں۔ (ثم آمین)

(ٹائپنگ: قرۃ العین)